بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 73

شمارہ 10

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر
منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 850 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈیا
80 ڈالرامریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadr.in

25 شعبان 1445 ہجری قمری • 7/امان 1403 ہجری شمسی • 7 مارچ 2024ء

ارشاد باری تعالیٰ

هُوَ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ

(سورۃ التوبہ، آیت 33)

ترجمہ : وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے سب دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرک کیسا ہی ناپسند کریں۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 1 مارچ 2024 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ‌ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَـصُمۡهُ ‌ؕ وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ‌ؕ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ

(سورۃ البقرۃ، آیت 186)

ترجمہ : رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کیلئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اسنے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں
جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اسکے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اسکے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اسکا دل اس بات کیلئے گریاں ہے تو فرشتے اس کیلئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے، کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس (تکلف) کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا اسکی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شئے ہے۔ حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔

(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 563)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور)

سورج غروب ہو جائے تو روزہ کھول دینا چاہئے

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات آ جائے اور دن چلا جائے یعنی سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہئے۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم)

افطار کے وقت کی دعا

حضرت معاذ بن زہرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دُعا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمۡتُ وَعَلٰی رِزۡقِکَ اَفۡطَرۡتُ یعنی اے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا ہے اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے میں روزہ کھول رہا ہوں۔

(ابوداؤد، کتاب الصوم، باب المرأۃ تصوم بغیر اذن زوجھا)

اس شمارہ میں

رمضان المبارک کی غرض وغایت (اداریہ)
خطبہ جمعہ حضور انور فرمودہ 16 رفروری 2024 (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
خطاب حضور انور بر موقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ یو.کے
پیغام حضور انور بر موقع اجتماع خدام الاحمدیہ کینیڈا 2023ء
ناصرات الاحمدیہ جرمنی کی حضور انور سے ملاقات
اہم سوال وجواب از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ
جنازہ حاضر وغائب
خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب
خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

رمضان المبارک کی غرض وغایت

تقویٰ کا حصول اور اللہ تعالیٰ کی لقاء

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ ایک بار پھر رمضان کا مبارک مہینہ ہماری زندگی میں وارد ہونے والا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں رمضان المبارک کی بے انتہا فضیلتیں اور برکتیں بیان ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر لوگوں کو اس کا علم ہو جائے کہ رمضان المبارک میں کیا کیا برکتیں ہیں تو وہ خواہش کریں کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔ اور قرآن مجید میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اگر قدر کی رات کسی کو نصیب ہو جائے تو وہ ایک رات ہزار مہینوں کی عبادت وریاضت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اس ماہِ مبارک کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں روزے کی غرض وغایت اور اس کا مقصد تقویٰ کا حصول بتایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

صرف قرآن مجید کی یہ خوبی ہے کہ جب وہ کوئی حکم دیتا ہے تو اس کا فلسفہ اور اس کی حکمت بھی بتاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے روزوں کی حکمت اور اس کی غرض وغایت جو بتائی ہے وہ تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے ......☆...... اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۳۰ (سورۃ الانفال آیت 30)

اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تُم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہارے لئے ایک امتیازی نشان بنا دے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دُور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

اور فرمایا : اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝۱۲۸ (النحل آیت 129)

ترجمہ:: یقیناً اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہوتے ہیں۔

پس چونکہ تمام نیکی کی جڑ تقویٰ ہے، اور روزے کا مقصد بھی تقویٰ کا حصول ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار مختلف انداز میں روزہ رکھنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ کہ رمضان کے روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں۔ پس چوائس اور اختیار نہیں ہے کہ چاہو تو رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔ جس طرح نماز فرض ہے اُسی طرح روزہ بھی فرض ہے، اگر کوئی بغیر جائز عذر کے روزہ نہیں رکھے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کہ کاش تم سمجھ سکتے کہ روزے رکھنا تمہارے لئے یقیناً بہتر اور فائدے کا موجب ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ روزے کے فوائد عظیم الشان ہیں اور اللہ چاہتا ہے کہ کاش لوگ اس کی اہمیت اور برکات اور اس کے فوائد کو سمجھ سکیں اور روزہ رکھیں۔ پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ جو شخص صحت وتندرستی کی حالت میں اس ماہ کو پائے اس کو چاہئے کہ وہ اسکے روزے رکھے۔ پس روزوں کے عظیم الشان فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ جل شانہ نے مختلف انداز میں اور مختلف پیرائے میں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ روزوں کے فوائد عظیم الشان ہیں اور روزہ رکھنا ہمارے لئے بہتر ہے۔

روزہ دراصل حصولِ تقویٰ اور لقاءِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں تمام عبادتیں جمع ہوگئی ہیں۔ اگر ایک انسان روزوں میں اُن ہدایات اور احکامات کو ملحوظ رکھے گا جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں تو یقیناً وہ تقویٰ کو حاصل کرنے والا ہوگا اور تقویٰ میں ترقی کرنے والا ہوگا اور اس کے نتیجہ میں اُسے اللہ تعالیٰ کی لقاء نصیب ہوگی۔

(1) ایک روزہ دار نماز باجماعت کا التزام کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بغیر روزوں کے نتائج اعلیٰ نہیں نکل سکتے۔

(2) ایک روزہ دار نہ صرف نماز باجماعت ادا کرتا ہے بلکہ رمضان المبارک میں نماز تہجد کا بھی اہتمام کرتا ہے۔

(3) پھر تلاوت قرآن کریم کا بھی خاص اہتمام کرتا ہے۔ اور ایک دَور قرآن کریم کا ضرور کرتا ہے۔

(4) پھر نماز تراویح کی بھی توفیق ملتی ہے۔ اور اس میں بھی مکمل قرآن کریم سننے کا موقع ملتا ہے۔

(5) پورے رمضان میں روزہ دار کو دعاؤں کی بھی خاص توفیق ملتی ہے کیونکہ رمضان المبارک کا دعاؤں سے بہت گہرا تعلق ہے۔

(6) اس ماہِ مبارک میں اعتکاف کی عبادت بھی ہے جو فرائض اور نوافل اور تلاوت قرآن کریم اور دعاؤں کے عروج کا عشرہ ہے۔ پھر لیلۃ القدر کی تلاش میں راتوں کو قیام کرنا اعتکاف کی عبادت کو اور حسین بنا دیتا ہے۔

(7) پھر ایک روزہ دار کثرت سے اس ماہِ مبارک میں صدقہ وخیرات کرتا ہے اور غرباء کا خیال رکھتا ہے۔

(8) ایک روزہ دار جہاں اِن تمام عبادات کو بجا لاتا ہے وہاں وہ اُن باتوں سے بچتا بھی ہے جن سے بچنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے : مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (بخاری، کتاب الصوم) پس ایک روزہ دار اس ماہِ مبارک میں جھوٹ، لڑائی جھگڑا، دھوکہ فریب، غرضیکہ ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں ہر قسم کی عبادات جمع کر دی گئی ہیں اور ہر قسم کی برائیوں سے اس میں بچنے کا حکم ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ روزوں کے نتیجہ میں کشف والہام کا دروازہ بھی کھلتا ہے اور اس کا سب سے بڑا انعام لقاءِ الٰہی ہے۔ حدیث میں ہے : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَأَكْلَهٗ وَشُرْبَهٗ مِنْ اَجْلِيْ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِيْنَ يَلْقٰى رَبَّهٗ، وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ" (بخاری، حدیث نمبر 7492)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ روزہ خالص میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ بندہ اپنی شہوت، کھانا پینا میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے اور روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اُسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ اِفطار کرتا ہے اور ایک خوشی اُس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ کے نزدیک مشک عنبر کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔"

روزہ کے نتیجہ میں اللہ کی ملاقات اسی دُنیا میں نصیب ہوتی ہے، یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مرنے کے بعد ملاقات ہوگی کیونکہ بموجب آیت مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى جو اس دنیا میں ملاقات سے بے نصیب رہا وہ آخرت میں بھی بے نصیب رہے گا اور جو آخرت میں بے نصیب نہیں رہے گا اسے اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی لقا نصیب ہوگی۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ روزہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور اسکی لقاء کے حصول کے متعلق فرماتے ہیں :

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں روزوں کا ایک اَور فائدہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں تقویٰ پر ثباتِ قدم حاصل ہوتا ہے اور انسان کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ روزوں کے نتیجہ میں صرف امراء ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرتے بلکہ غرباء بھی اپنے اندر ایک نیا روحانی انقلاب محسوس کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے وصال سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ غرباء بیچارے سارا سال تنگی سے گذارہ کرتے ہیں اور بعض دفعہ انہیں کئی کئی فاقے بھی آجاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی ہے کہ وہ ان فاقوں سے بھی ثواب حاصل کر سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ کیلئے فاقوں کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اُجْزٰى بِهٖ۔ یعنی ساری نیکیوں کے فوائد اور ثواب الگ الگ ہیں لیکن روزہ کی جزاء خود میری ذات ہے اور خدا تعالیٰ کے ملنے کے بعد انسان کو اور کیا چاہئے۔ غرض روزوں کے ذریعہ غربا کو یہ نکتہ بتایا گیا ہے کہ ان تنگیوں پر بھی اگر وہ بے صبر اور ناشکرے نہ ہوں اور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں ......تو یہی فاقے ان کیلئے نیکیاں بن جائیں گی اور ان کا بدلہ خود خدا تعالیٰ ہو جائیگا......اللہ تعالیٰ نے روزہ میں انہیں یہ گر بتایا ہے کہ اگر وہ اس فقر وفاقہ کی زندگی کو خدا تعالیٰ کی رضاء کے مطابق گذاریں تو یہی انہیں خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے۔ (تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 377)

فرمایا : روزہ کا ایک روحانی فائدہ یہ ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے اعلیٰ درجہ کا اتصال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا محافظ بن جاتا ہے۔ (ایضاً، صفحہ 379)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کیلئے عمدہ مہینہ ہے کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مُراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مُراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اُس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 561)

مندرجہ بالا احادیث وارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی لقاء نصیب ہوتی ہے اور کشف والہام کا دروازہ کھلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک سے ہمیں کماحقہٗ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

خطبہ جمعہ

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہداء کو دفن کرنے کیلئے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو کیونکہ میں ان پر گواہ ہوں اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے
مگر وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا خون بہ رہا ہوگا اور اس کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری کی ہوگی

اَے گروہ انصار! میرے پاس آؤ میں ثابت بن دحداح ہوں، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی قتل ہو گئے ہیں تو اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا
لہٰذا تم اپنے دین کی طرف سے لڑو، اللہ تمہیں غالب کرے گا اور تمہاری مدد کرے گا

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مُخَیرِیق یہود میں سے سبقت لے گیا اور سلمان اہل فارس میں سے سبقت لے گیا اور بلال اہل حبشہ میں سے سبقت لے گیا

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا کہ
میں سیراب ہوں یعنی اچھی طرح کھایا پیا ہو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اسے پیاسا ہونے کی حالت میں ملوں

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اُحد کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے، ان کی تدفین کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
عبداللہ بن عمرو اور عمرو بن جموح کو ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ ان کے درمیان اخلاص اور محبت تھی

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا اور جن روایات میں ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کا جنازہ پڑھا اور حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیرات کہی تھیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں تک حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد ان شہداء کا جنازہ پڑھا تھا تو اس روایت میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ یہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے

جنگ اُحد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعاتِ شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و وفا کا ایمان افروز تذکرہ

انسانیت کے تباہی سے بچنے کیلئے دعاؤں کی تحریک

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16 رفروری 2024ء بمطابق 16 رتبلیغ 1403 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

جنگ اُحد کے واقعات کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلو اور صحابہؓ کا آپؐ کے ساتھ عشق و وفا کا تعلق، اس کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس حوالے سے حضرت خارجہ بن زیدؓ کی شہادت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت خارجہؓ نے غزوۂ اُحد میں بڑی بہادری اور جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہادت کا رتبہ پایا۔ تیروں کی زد میں آ گئے اور آپؓ کو تیرہ سے زائد زخم لگے۔ آپؓ زخموں سے نڈھال پڑے تھے کہ پاس سے صَفوان بن امیہ گزرا۔ اس نے انہیں پہچان کر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ پھر ان کا مُثلہ بھی کیا اور کہا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے بدر میں ابوعلی کو قتل کیا تھا یعنی میرے باپ اُمَیَّہ بن خَلَف کو قتل کیا تھا۔ اب مجھے موقع ملا ہے کہ ان اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے بہترین لوگوں کو قتل کروں اور اپنا دل ٹھنڈا کروں۔ اس نے حضرت ابن قَوقَلؓ، حضرت خارِجہ بن زیدؓ اور حضرت اَوس بن اَرقمؓ کو شہید کیا۔ حضرت خارجہؓ اور حضرت سعد بن ربیعؓ جو کہ آپ کے چچازاد بھائی تھے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

(الاستیعاب، جلد2، صفحہ 3-4، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

روایت ہے کہ اُحد کے دن حضرت عباس بن عُبادہؓ اونچی آواز سے کہہ رہے تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ اور اپنے نبی سے جڑے رہو۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ اپنے نبی کی نافرمانی سے پہنچی ہے۔ وہ تمہیں مدد کا وعدہ دیتا تھا لیکن تم نے صبر نہیں کیا۔ پھر حضرت عباس بن عبادہؓ نے اپنا خَود اور اپنی زرہ اتاری اور حضرت خارجہ بن زیدؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس کی ضرورت ہے؟ خارجہ نے کہا نہیں۔ جس چیز کی تمہیں آرزو ہے وہی میں بھی چاہتا ہوں یعنی شہادت۔ پھر وہ سب دشمن سے بھڑ گئے۔ عباس بن عبادہؓ کہتے تھے کہ ہمارے دیکھتے ہوئے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی تو ہمارا اپنے رب کے حضور کیا عذر ہوگا اور حضرت خارجہؓ یہ کہتے تھے کہ اپنے رب کے حضور ہمارے پاس نہ تو کوئی عذر ہوگا اور نہ ہی کوئی دلیل۔ حضرت عباس بن عبادہؓ کو سفیان بن عبد شمس سَلَمِی نے شہید کیا اور خارجہ بن زیدؓ کو تیروں کی وجہ سے جسم پر دس سے زائد زخم لگے۔ (کتاب المغازی، جلد1، صفحہ 227-228، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک حوالہ میں ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن حضرت مالک بن دُخشُمؓ حضرت خارجہ بن زیدؓ کے پاس سے گزرے۔ حضرت خارجہؓ زخموں سے چُور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو تیرہ کے قریب مہلک زخم آئے تھے۔ حضرت مالکؓ نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ کافروں کے دوبارہ حملے کے بعد کا ذکر ہے۔ حضرت خارجہؓ نے کہا کہ اگر آپؐ کو شہید کر دیا گیا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرے گا۔ یہ تھا ان لوگوں کا ایمان۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام پہنچا دیا تم بھی اپنے دین کیلئے قتال کرو۔ (کتاب المغازی، جلد1، صفحہ 243، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) لیکن اب دشمن لڑ رہا ہے تمہارے سے تو تم لڑو۔ ہمارا کام بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر جانیں قربان کرنا ہے۔

پھر حضرت شَمَّاس بن عُثمانؓ کی شہادت کا ذکر ہے۔ حضرت شماس بن عثمانؓ غزوۂ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے۔ آپؓ غزوہ اُحد میں بہت جانفشانی سے لڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شماس بن عثمان کو ڈھال کی مانند پایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں جس طرف بھی نظر اٹھاتے شماس کو وہیں پاتے جو جنگِ اُحد میں اپنی تلوار سے مدافعت کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی جب آپؐ پر حملہ ہوا اور پتھر آ کے لگا۔ حضرت شماسؓ نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بنا لیا تھا یہاں تک کہ آپؓ شدید زخمی ہو گئے اور آپ یعنی حضرت شماسؓ کو اسی حالت میں مدینہ اٹھا کر لایا گیا۔ آپؓ میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ ان کو حضرت عائشہؓ کے ہاں لے جایا گیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ کیا میرے چچازاد بھائی کو میرے سوا کسی اَور کے ہاں لے جایا جائے گا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں حضرت ام سلمہؓ کے پاس اٹھا کر لے جاؤ۔ پس آپ کو وہیں لے جایا گیا اور آپ نے انہی کے گھر وفات پائی۔ آپ اُحد سے زخمی ہو کے آئے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت شماسؓ کو مقام اُحد میں لے جا کر انہی کپڑوں میں دفن کیا گیا۔ دو دن بعد مدینہ میں وفات ہو گئی لیکن دفن ان کو اُحد میں جا کے کیا گیا۔ جب جنگ کے بعد آپؓ کو زخمی حالت میں اٹھا کر مدینہ لایا گیا تو وہاں ایک دن اور ایک رات تک زندہ رہے تھے اور اس دوران کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ انتہائی کمزوری کی حالت تھی بلکہ بیہوشی کی

حالت تھی۔ حضرت شماسؓ کی وفات چونتیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ نوجوان تھے۔

حضرت شماس بن عثمانؓ کے بارے میں تاریخ نے ایسا واقعہ محفوظ کیا ہے جو اُن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک مثال بن گیا ہے اور اسلام کی خاطر قربانی کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی بھی مثال ہے۔ جنگِ اُحد میں جہاں حضرت طلحہؓ کی عشق و محبت کی داستان کا ذکر ملتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے رکھا کہ کوئی تیر آپؐ کو نہ لگے وہاں حضرت شماسؓ نے بھی بڑا عظیم کردار ادا کیا۔ حضرت شماسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ہر حملہ اپنے اوپر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شماسؓ کے بارے میں فرمایا کہ شماس کو اگر میں کسی چیز سے تشبیہ دوں تو ڈھال سے تشبیہ دوں گا کہ وہ اُحد کے میدان میں میرے لیے ایک ڈھال ہی تو بن گیا تھا۔ وہ میرے آگے پیچھے دائیں اور بائیں حفاظت کرتے ہوئے آخر دم تک لڑتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف نظر ڈالتے آپؐ فرماتے ہیں شماس انتہائی بہادری سے وہاں مجھے لڑتے ہوئے نظر آتا۔ جب دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے میں کامیاب ہو گیا اور آپؐ کو غشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپؐ گر گئے تب بھی شماس ہی ڈھال بن کر آگے کھڑے رہے یہاں تک کہ خود شدید زخمی ہو گئے۔ اسی حالت میں انہیں مدینہ لایا گیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا یہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔ میں ان کی قریبی ہوں۔ رشتہ دار ہوں اس لیے میرے گھر میں ان کی تیمارداری اور علاج وغیرہ ہونا چاہئے لیکن زخموں کی شدت کی وجہ سے ڈیڑھ دو دن بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شماس کو بھی اس کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے جس طرح باقی شہداء کو کیا گیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 186، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت نعمان بن مالکؓ کی شہادت کا ذکر ہے۔ حضرت نعمان بن مالکؓ غزوۂ بدر و اُحد میں شریک ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ انہیں صفوان بن امیہؓ نے شہید کیا تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت نعمان بن مالکؓ کو اَبان بن سعید نے شہید کیا تھا۔ حضرت نعمان بن مالکؓ، حضرت مُجَذَّر بن زیادؓ اور حضرت عبادہ بن حَسْحَاسؓ کو غزوۂ اُحد کے موقع پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ، جزء 3، صفحہ 414، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (اسد الغابہ، جلد 3، صفحہ 157، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سیرت ابن ہشام، صفحہ 468، 560، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (عمدۃ القاری، جلد 14، صفحہ 183، مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

حضرت نعمان بن مالکؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ اُحد کیلئے نکلتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبداللہ بن ابی بن سلول سے مشورہ کے وقت عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! بخدا میں جنت میں ضرور داخل ہوں گا۔ بڑی تحدی سے فرما رہے ہیں۔ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مَیں جنت میں ضرور داخل ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ تو حضرت نعمانؓ نے عرض کیا اس وجہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور میں لڑائی سے ہرگز نہیں بھاگوں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ چنانچہ وہ اسی روز شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ، جلد 5، صفحہ 322، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خالد بن ابو مالک جَعْدِی روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد کی کتاب میں یہ روایت پائی کہ حضرت نُعمان بن قَوْقَل انصاریؓ نے دعا کی تھی کہ مجھے تیری قسم اے میرے ربّ! ابھی سورج غروب نہیں ہوگا کہ میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ جنت کی سرسبزی میں چل رہا ہوں گا۔ چنانچہ وہ اسی روز شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول کر لی کیونکہ میں نے اسے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی نظارہ دیکھا اور یہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ جنت میں چل رہا تھا اور اس میں کسی قسم کا لنگڑا پن یا لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔ (معرفۃ الصحابہ، جلد 4، صفحہ 317، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت ثابت بن دَحْدَاحؓ کا ذکر ہے۔ ثابت بن دحداحؓ نے بھی غزوہ اُحد میں نمایاں شرکت کی۔ (سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 552، دار الاشاعت کراچی) ان کا نمایاں کردار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر کے بعد مسلمانوں میں سے بعض نے کہا اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو تم اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو وہ تمہیں امان دیں گے۔ اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو کیا تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اس کے پیغام کیلئے نہیں لڑو گے یہاں تک کہ تم اپنے رب کے حضور شہید ہو کر حاضر ہو جاؤ؟

حضرت ثابت بن دحداحؓ نے انصار سے کہا۔ اے انصار کے گروہ! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آسکتی۔ اپنے دین کیلئے قتال کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و کامرانی عطا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر انصاری مسلمانوں کا ایک گروہ اٹھا اور انہوں نے حضرت ثابتؓ کے ساتھ مل کر مشرکین کے اس گروہ پر حملہ کر دیا جس میں خالد بن ولید، عِکْرِمہ بن ابوجہل، عمرو بن عاص اور ضِرَار بن خَطَّاب تھے۔ مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت کو حملہ کرتے دیکھ کر خالد بن ولید نے ان پر سخت جوابی حملہ کیا اور ثابت بن دَحْدَاحؓ اور ان کے انصاری ساتھیوں کو شہید کر دیا۔

(السیرۃ الحلبیہ، جلد 2، صفحہ 309، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک اَور روایت میں بیان ہوا ہے کہ عبداللہ بن عمر خَطْمِی کہتے ہیں: ثابت بن دحداحؓ اُحد کے دن سامنے آئے اور مسلمان اس وقت منتشر اور پریشان حال تھے۔ یہ اونچی آواز میں پکارنے لگے کہ اَے گروہ انصار! میرے پاس آؤ۔ میں ثابت بن دحداح ہوں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی قتل ہو گئے ہیں تو اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ لہٰذا تم اپنے دین کی طرف سے لڑو اللہ تمہیں غالب کرے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔

چنانچہ ایک جماعت انصار کی ان کے پاس جمع ہو گئی۔ یہ انصاری تھے اور مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر کفار پر حملہ کرنے لگے۔ ان کے مقابلے پر کافروں کا ایک سخت لشکر آیا جس میں ان کے سردار خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عکرمہ بن ابوجہل اور ضرار بن خطاب تھے۔ یہ سب لوگ مل کر ان پر حملہ کرنے لگے۔ ثابتؓ پر خالد بن ولید نے نیزے سے حملہ کیا اور نیزہ ان کے پار کر دیا۔ ثابت شہید ہو کر گر پڑے اور ان کے ساتھ اَور جو انصار تھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس دن سب مسلمانوں کے آخر میں یہی لوگ شہید ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ خالد نے بڑھ کر نیزہ مارا جس سے حضرت ثابتؓ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر لائے اور علاج شروع کیا۔ اس وقت تو خون بند ہو گیا اور وہ اچھے ہو گئے لیکن غزوۂ حدیبیہ کے بعد یکا یک زخم پھر پھٹ گیا اور اسکے صدمہ سے انہوں نے وفات پائی۔ بہرحال یہ بھی ایک روایت ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابت بن دحداحؓ کے جنازے کے ساتھ پیدل تشریف لے گئے تھے اور گھوڑے پر بیٹھ کر واپس آئے تھے۔ (اسد الغابہ، جلد 1، صفحہ 440، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 552، دار الاشاعت کراچی) (ترمذی ابواب الجنائز، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذٰلک، حدیث: 1014)

اس روایت سے بھی لگتا ہے کہ یہ جو روایت ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے بعد زخم پھٹنے سے (فوت) ہوئے تھے۔ یہ کمزور روایت ہے۔ اسی موقع پہ ہی شہید ہوئے تھے۔

ایک خاندان کے چار افراد کی شہادت کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ ثابت بن وَقْشؓ اور رِفاعہ بن وقشؓ دونوں بھائی اُحد کے دن شہید ہوئے تھے اور ان کے ہمراہ ثابت بن وقشؓ کے دو بیٹے سَلَمہ بن ثابتؓ اور عَمرو بن ثابتؓ بھی شہید ہوئے تھے۔ عمرو بن ثابتؓ کا نام اُصَیرِم بھی بیان ہوا ہے اور ان سب کا تعلق انصار کے قبیلے بنو عبد الاشہل سے تھا۔

(ماخوذ از اسد الغابہ، جلد 1، صفحہ 458-459، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رِفاعہ بن وقشؓ بوڑھے آدمی تھے۔ رِفاعہ اور ثابت دونوں بھائیوں نے جنگ اُحد میں اکٹھے قتال کیا۔ رِفاعہ کو خالد بن ولید نے شہید کیا۔ (ماخوذ از اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 288، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ثابت بن وقشؓ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ ابنِ اسحاق نے لکھا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی جنگ کیلئے تشریف لے گئے تو ثابت بن وقشؓ اور حُسَیْل بن جابِرؓ جن کا نام یَمان تھا اور یہ حُذَیفہ بن یَمان کے باپ تھے وہ دونوں عمر رسیدہ تھے اور اس قلعہ میں تھے جس میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے حفاظت کیلئے پناہ گزین تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہماری زیادہ عمر تو باقی نہیں رہی۔ اگر ہم آج نہ مرے تو کل ضرور مر جائیں گے۔ کیا ہم بھی اپنی تلواریں نہ اٹھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا ملیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرما دے۔ پھر یہ دونوں تلوار پکڑ کر کفار پر جا پڑے اور لوگوں میں مل جل گئے یعنی جنگ میں شامل ہو گئے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، صفحہ 537-538، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عَمرو بن ثابت یا اُصَیرِم بھی ان کا نام تھا۔ عمرو بن ثابت بن وقش انصاری جیسا کہ میں نے کہا اُصَیرِم کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی والدہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی بہن تھیں۔ یہ غزوۂ اُحد کے دن نماز فجر کے بعد مسلمان ہوئے۔ انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ اسکے بعد وہ اسلام لائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ مسلمانوں سے مل کر جہاد کرتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا، جلد 6، صفحہ 358، دار السلام ریسرچ سنٹر)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ یعنی ابوہریرہؓ نے صحابہؓ سے کہا کہ مجھے ایسے شخص کے متعلق بتاؤ جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی اور وہ جنتی ہے؟ تو لوگوں کو اس کا علم نہیں تھا۔ آپ سے پوچھنے لگے کہ وہ کون ہے؟ تو آپ نے کہا کہ وہ اُصَیرِم بن اُصَیرِم ہے یعنی عمرو بن ثابت۔ ایک روایت میں ہے کہ اُصَیرِم اپنی قوم کے سامنے اسلام کا انکار کرتے تھے۔ جب غزوہ اُحد ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو چکے تھے۔ اُصَیرِم کے سامنے اسلام کی حقیقت واضح ہو گئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر اپنی تلوار لے کر اپنی قوم کے پاس آئے اور لوگوں میں جا گھسے اور جنگ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ زخموں نے انہیں نڈھال کر دیا۔ اسی اثنا میں بنو عبد الاشہل کے لوگ اپنے شہداء کی لاشیں تلاش کر رہے تھے کہ اچانک ان پر نظر پڑی۔ حیران ہو کر کہنے لگے یہ تو اُصَیرِم ہے لیکن یہاں اسے کون لایا ہے؟ ہم تو اسے چھوڑ کر آئے تھے کہ وہ اسلام سے انکاری ہے۔ پھر انہوں نے ان سے پوچھا اے اُصَیرِم! تم یہاں کیسے پہنچے؟ کیا اپنی قوم کی غیرت کی وجہ سے یا اسلام میں رغبت کی وجہ سے؟ انہوں نے کہا کہ اسلام میں رغبت کی وجہ سے یعنی کہ اسلام کو میں نے سچا مانا ہے اس لیے میں آیا ہوں۔ میں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر مسلمان ہوا ہوں اور اپنی تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں لڑتا رہا یہاں تک کہ میری یہ حالت ہو گئی جو تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ پھر انہوں نے لوگوں کے ہاتھوں میں دم توڑ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ، جلد 4، صفحہ 501، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میں پہلے جو رک گیا تھا اس لیے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے وہاں رضی اللہ عنہ لکھا ہوا تھا حالانکہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہئے تھا تو غلط فہمی شاید ہو رہی تھی کہ کسی صحابی نے نہ کہا ہو۔ بہرحال اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔

اور پہلی جو روایت ہے وہ بھی درست اس لحاظ سے لگتی ہے کہ بغیر نمازیں پڑھے جو جنت میں چلا گیا وہ یہ ہے۔ آخری وقت میں آئے اور شہادت کا رتبہ پایا۔

اس خاندان کے چوتھے شہید حضرت سَلَمہ بن ثابتؓ تھے۔ حضرت سَلَمہ بن ثابتؓ کا پورا نام سلمہ بن ثابت بن وَقْش ہے۔ حضرت سلمہؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں ابوسفیان نے حضرت سلمہ بن ثابتؓ کو شہید کیا تھا۔ حضرت سلمہؓ کے والد حضرت ثابت بن وقشؓ اور چچا حضرت رِفاعہ بن وقشؓ اور ان کے بھائی حضرت عمرو بن ثابتؓ بھی غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ اس خاندان کے بہت سارے افراد غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، جلد 3، صفحہ 337، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد 2، صفحہ 291، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

مُخَیرِیق ایک یہودی تھا اور بنو نضیر میں سے تھا۔ محمد بن عمر اسلمی نے ذکر کیا کہ یہ اسلام لے آیا تھا اور بعض نے کہا کہ یہ بنو قینقاع میں سے تھا۔ بعض کے نزدیک یہ بنو ثعلبہ بن فِطْیُون میں سے تھا۔ یہ یہود کے بڑے علماء میں سے تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور اپنے علم سے پہچان لیا تھا لیکن اس پر اپنے دین کی محبت غالب رہی۔ ایمان نہیں لایا۔ ہفتہ کے دن اس نے کہا کہ اے یہود کی جماعت! اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرنا تم پر حق واجب ہے یعنی کہ جمعہ کو لشکر اُحد روانہ ہوا تھا تو اس نے ہفتہ کو اگلے دن کہا۔ لوگوں نے کہا کہ آج تو سبت کا دن ہے۔ آج تو کوئی جنگ والی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا تمہارے لیے کوئی سبت نہیں۔ پھر اپنی قوم کے لوگوں کو کہا کہ اگر میں آج قتل ہو گیا تو میرا مال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہو گا وہ جو چاہیں اس میں تصرّف کریں۔ پھر اپنے ہتھیار تھام کر چل پڑا۔ جب لڑائی ہوئی تو یہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُخَیرِیق یہود میں سب

سے بہتر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُخَیرِیقیہود میں سے سبقت لے گیا اور سلمان اہل فارس میں سے سبقت لے گیا اور بلال اہل حبشہ میں سے سبقت لے گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد4، صفحہ 212، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ایک سیرت نگار نے مُخَیرِیق کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک رائے یہ ہے کہ اس نے اسلام کی خاطر کفار سے لڑتے لڑتے اپنی جان قربان کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اسکے حق میں توصیفی کلمات جاری ہوئے۔ اس کی بنا پر متعدد سیرت نگاروں اور تاریخ دانوں نے مُخَیرِیق کو مسلمان گردانا ہے جن میں ابنِ ہشام، سُہَیلی، ابنِ حَجر، ابن کثیر، بلاذُرِی، قاضی عِیاض اور امام نَوَوِی اور دیگر شامل ہیں۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جلد6، صفحہ 604)

پھر حضرت عَبدُ اللہ بن جحشؓ کا ذکر ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ خدا اور اسکے رسولؐ کی محبت نے ان کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا۔ انہیں اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جان عزیز کسی طرح راہ خدا میں نثار ہو جائے۔ چنانچہ ان کی یہ آرزو پوری ہوئی اور مُجَدَّعٌ فِی اللہ یعنی خدا کی راہ میں کان کٹا، ان کے نام کا امتیازی نشان ہو گیا۔

ان کی شہادت سے قبل کی ایک مقبول دعا یہ بھی تھی۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے بارے میں ہے کہ آپ کی دعا کس طرح قبول ہوئی تھی؟ آپ کی شہادت سے قبل ان کی دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ اسحاق بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے میرے والد یعنی سعد سے غزوۂ اُحد کے دن کہا کہ آؤ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ چنانچہ دونوں ایک جانب ہو گئے۔ پہلے حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! جس وقت میں کل دشمنوں سے ملوں تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ کرنے میں سخت ہو، بڑا سخت بہادر دشمن ہو اور اسکا رعب غالب ہو۔ پس میں اس سے لڑوں اور اسکو تیری راہ میں قتل کر دوں اور اسکے ہتھیاروں کو لے لوں۔ اس پر عبداللہ بن جحشؓ نے آمین کہی۔ اسکے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے یہ دعا کی۔ پہلے، پہلے کی دعا تھی۔ اب عبداللہ بن جحش کی یہ دعا تھی کہ اے اللہ! کل میرے سامنے ایسا شخص آئے جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو اور اس سے میں تیری خاطر قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے۔ وہ غالب آ کر مجھے قتل کر دے اور مجھ کو پکڑ کر میری ناک کان کاٹ ڈالے۔ پس جس وقت میں تیرے حضور حاضر ہوں تو تُو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ! کس کی راہ میں تیری ناک اور تیرے دونوں کان کاٹے گئے ہیں؟ میں عرض کروں کہ اے اللہ! تیری راہ میں اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں۔ جواب میں تُو یہ کہے کہ تُو نے سچ کہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش رکھی کہ اللہ تعالیٰ بھی کہے کہ تُو نے سچ کہا۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی اس لیے کہ اخیر دن میں مَیں نے ان کی ناک اور دونوں کانوں کو دیکھا کہ ایک دھاگے میں معلق تھے۔ (اسد الغابہ، جلد3، صفحہ 194 تا 196، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) یعنی کٹے ہوئے تھے اور انہیں پرویا ہوا تھا۔

صحابہؓ کا اللہ تعالیٰ سے پیار کا عجیب انداز ہوتا تھا۔ حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس روز اُحد کی جانب روانہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں مدینہ کے قریب ایک جگہ شیخین کے پاس رات قیام کیا جہاں حضرت ام سلمہؓ ایک بھنی ہوئی دستی لائیں جس میں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا اسی طرح نبیذ لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ بھی پی۔ یہ بھی ایک قسم کا کھانا ہے جو ہریرے کی طرح پتلا ہوتا ہے۔ پھر ایک شخص نے وہ نبیذ والا پیالہ لے لیا اور اس میں سے کچھ پیا۔ پھر وہ پیالہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے لے لیا اور اس کو ختم کر دیا۔ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے کہا کہ کچھ مجھے بھی دے دو۔ تمہیں معلوم ہے کہ کل صبح تم کہاں جاؤ گے؟ یعنی جنگ ہونی ہے کیا پتہ کس نے شہید ہونا ہے کس نے زندہ رہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے۔ پھر کہنے لگے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا کہ میں سیراب ہوں یعنی اچھی طرح کھایا پیا ہو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اسے پیاسا ہونے کی حالت میں ملوں۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد3، صفحہ 67، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ سے ملنا تو ہے تو میں اچھی طرح سیراب ہو کے ملوں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ میری خواہش ہے اس لیے میں یہ پی رہا ہوں۔ صحابہؓ کا اللہ تعالیٰ سے پیار کا یہ عجیب انداز ہے اور اس کیلئے ان کی تیاری کے بھی عجیب رنگ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ حضرت حمزہؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ماموں تھے اور شہادت کے وقت آپؓ کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے ترکہ کے ولی بنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے کو خیبر میں مال خرید کر دیا۔

(اسد الغابہ، جلد3، صفحہ 196، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت ابوسَعد خَیثَمہ بن ابوخیثمہؓ کی شہادت اور اس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کا ذکر یوں ملتا ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اس کا ذکر ملتا ہے کہ محمد بن عمر نے بیان کیا ہے کہ خیثمہ نے اُحد کے دن عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بدر کی جنگ میں شرکت نہیں کر سکا تھا۔ اللہ کی قسم! میں اس پر حریص تھا یہاں تک کہ میں نے بدر میں جانے کیلئے قرعہ ڈالا تو میرے بیٹے سعد بن خیثمہ کا قرعہ نکلا اور اس نے بدر میں شہادت حاصل کی اور گذشتہ رات میں نے خواب میں اس کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سیر کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ ہمارے پاس آ جائیں۔ ہم جنت میں ساتھ ہوں گے۔ میں نے اپنے رب کے وعدے کو حق پایا ہے اور اللہ کی قسم! میں اس کی جنت میں رفاقت کا مشتاق ہوں یعنی میں چاہتا ہوں کہ وہاں جا کے اسے ملوں۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے شہادت اور جنت میں اسکی رفاقت عطا کرے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا کی تو وہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 4، صفحہ 219، دارالکتب العلمیۃ بیروت) (مستدرک، جلد3، صفحہ 399، حدیث 4929، کتاب معرفۃ الصحابہؓ)

ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی شہادت کا ذکر ہے۔ یہ اس طرح مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے غزوۂ اُحد کیلئے نکلنے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ اے میرے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ میں اوّلین شہداء میں سے ہوں گا اور اللہ کی قسم! میں اپنے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑ کے جا رہا جو مجھے زیادہ عزیز ہوں یعنی یہ دو ہستیاں ہیں جو مجھے دنیا میں پیاری ہیں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اسکے بعد تم میرے بیٹے۔ میرے ذمہ کچھ قرض ہے میرا وہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا اور میں تمہیں تمہاری بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ اپنی بہنوں سے حسن سلوک کرنا۔ ان کے حق نہ مارنا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہوئے اور دشمنوں نے ان کی ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ (اسد الغابہ، جلد3، صفحہ 344، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہداء کو دفن کرنے کیلئے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو کیونکہ میں ان پر گواہ ہوں اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے مگر وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اسکا خون بہ رہا ہو گا اور اس کا رنگ زعفران کا ہو گا اور اس کی خوشبو کستوری کی ہو گی یعنی کہ یہ پسندیدہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ انہیں نہلانے اور کفنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہی کا لباس ان کا کفن ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد کو ایک چادر کا کفن دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب یہ شہداء دفن کیے جا رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا کہ یہ زیادہ قرآن جاننے والا ہے تو آپؐ فرماتے کہ اس کو قبر میں اسکے ساتھیوں سے پہلے اتارو یعنی یہ کیونکہ قرآن جانتا ہے اس لیے اس کو آپؐ پہلے دفناتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اُحد کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ ان کی تدفین کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بن عَمرو اور عمرو بن جَمُوح کو ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ ان کے درمیان اخلاص اور محبت تھی۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو جو دنیا میں باہم محبت کرنے والے تھے ایک ہی قبر میں دفن کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عَمروؓ سرخ رنگ کے تھے اور آپؓ کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ تھے اور قد زیادہ لمبا نہ تھا جبکہ حضرت عَمرو بن جَمُوحؓ لمبے قد والے تھے۔ ان کا قد زیادہ لمبا نہیں تھا اور عَمرو بن جَموح جو تھے وہ لمبے قد والے تھے۔ اس لیے دونوں پہچان لیے گئے اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ، جزء3، صفحہ 424، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن میرے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں لایا گیا کہ آپ کا مُثلہ کیا گیا تھا یعنی جسم کے اعضاء کاٹے گئے تھے خاص طور پر کان اور ناک۔ آپ کی نعش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی۔ کہتے ہیں کہ میں ان کے چہرے پر سے کپڑا اٹھانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا۔ پھر لوگوں نے ایک عورت کے چیخنے کی آواز سنی تو کسی نے کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت عمروؓ تھا یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بہن تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ فرشتے مسلسل اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔ (الاستیعاب، جزء3، صفحہ 954، 955، دارالجیل بیروت) وہ تو جنت میں گیا ہے خوش قسمت ہے اس پر رونے کی ضرورت نہیں۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو جب اُحد کے روز لایا گیا تو میری پھوپھی بھی ان پر رونے لگیں تو میں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھے منع کرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس پر رو یا نہ رو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ کی قسم! فرشتے اس پر مسلسل اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ تم نے اسے دفن کر دیا۔

(الاستیعاب، جزء3، صفحہ 956، دارالجیل بیروت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہ بقرہ کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ’’جو مسلمان شہید ہو گئے ہیں تم انہیں مردہ مت کہو۔ وہ خدا تعالیٰ کے زندہ سپاہی ہیں اور خدا تعالیٰ ان کا ضرور بدلہ لے گا۔‘‘ آپؓ فرماتے ہیں ’’چنانچہ اگر ایک صحابیؓ مارا گیا تو اسکے مقابلہ پر مشرکوں کے پانچ پانچ آدمی مارے گئے اور ہر جنگ میں کفار مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہلاک ہوئے سوائے جنگ اُحد کے کہ اس میں بہت سے مسلمان مارے گئے تھے مگر ان کا بدلہ بھی اللہ تعالیٰ نے دوسری جنگوں میں لے لیا۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد2، صفحہ 288، ایڈیشن 2004ء)

جنگ اُحد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کے نماز ادا کی اور یہ نماز جو ادا کی وہ ظہر کی

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ

اَے مومنو! تم پر بھی روزوں کا رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے، جس طرح ان لوگوں پر کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم تقویٰ کے اعلیٰ مقام کو حاصل کر سکو۔ (البقرۃ: 184)

طالب دعا: بی۔ایم۔خلیل احمد ولد مکرم بی۔ایم۔بشیر احمد صاحب و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

ارشاد باری تعالیٰ

شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡہُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ (بقرہ: 186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کیلئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں

طالب دعا: سید بشیر الدین محمود احمد افضل مع فیملی و افراد خاندان (جماعت احمدیہ شموگہ، صوبہ کرناٹک)

نماز پڑھائی تھی۔ آپؐ کے پیچھے صحابہؓ نے بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھی۔ آپؐ کیونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے تو صحابہؓ نے بھی بیٹھ کے نماز پڑھی۔ پیچھے کھڑے نہیں ہوئے۔ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ غالباً یہ نماز دشمن کے واپس چلے جانے کے بعد پڑھی گئی۔ جہاں تک صحابہؓ کے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو انہوں نے ایسا اس لیے کیا تا کہ امام اور مقتدی کی نمازوں میں یکسانیت رہے۔ اسکے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا یعنی ضروری نہیں۔ مقتدی کھڑے ہو کے نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے لکھنے والے کا اندازہ ہے کہ یا یہ صورت ہو گی جن لوگوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی وہ بھی زخمی ہی ہوں گے اور چونکہ اکثریت زخمی صحابہؓ کی تھی جنہوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس لیے یہ لفظ استعمال کیے گئے کہ مسلمانوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی یعنی ان میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے بھی تھے مگر صرف وہ لوگ تھے جو زخمی نہیں تھے اور ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اکثریت زخمیوں کی تھی۔ لہٰذا اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے سب مقتدیوں کے بارے میں ہی کہہ دیا گیا ہے کہ مقتدیوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے۔ سیرت الحلبیہ کا یہ حوالہ ہے۔ (سیرۃ الحلبیہ، جلد 2، صفحہ 324، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سیرۃ الحلبیہ مترجم، جلد دوم، صفحہ 185 دار الاشاعت کراچی)

شہدائے اُحد کی تعداد کے بارے میں یہ ذکر ہے جہاں تک غزوۂ اُحد میں مسلمان شہداء کی تعداد کا تعلق ہے تو اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اُس دن کل مقتولین کی تعداد ستّر تھی جن میں سے چار مہاجرین میں سے تھے جن کے نام یہ ہیں حضرت حمزہؓ، حضرت مُصعَبؓ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت شمّاس بن عثمانؓ۔ ایک قول یہ ہے کہ شہدائے اُحد کی کل تعداد اسّی تھی جن میں سے چوہتر انصار میں سے تھے اور چھ مہاجرین میں سے۔ علامہ ابنِ حجر عَسقَلَانیؒ کہتے ہیں کہ اگر چھ مہاجر شہید تھے تو شاید پانچویں حاطِب بن اَبِی بَلتَعہؓ کے غلام سَعد اور چھٹے ثَقِیف بن عَمرو تھے جو بنو عبدشمس کے حلیف تھے۔

ایک کتاب ہے عُیُون الاثر اس میں شہداء کی کل تعداد چھیانوے بتائی گئی ہے۔ مشرکین میں سے مرنے والوں کی کل تعداد تیئس تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کی یہ تعداد بائیس تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس جنگ میں تنہا حضرت حمزہؓ نے اکتیس مشرکوں کو قتل کیا تھا۔ (سیرۃ الحلبیہ، جلد 2، صفحہ 346-347، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (عیون الاثر، جلد دوم، صفحہ 47، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

یہ روایت صحیح نہیں لگتی کیونکہ ان کے مرنے والوں کی کل تعداد ہی تیئس تھی۔ ایک سیرت نگار شہدائے اُحد کی تعداد کے بارے میں لکھتا ہے کہ غزوۂ اُحد میں کفار کے ہاتھوں شرفِ شہادت سے ہمکنار ہونے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تاریخ دانوں، سیرت نگاروں اور محدثین کرام کے ہاں شہدائے اُحد کی تعداد کے بارے میں انچاس سے لے کر ایک سو آٹھ تک کے اقوال ہیں لیکن اکثر یہی ہے کہ اُحد کے دن ستر صحابہ شہید ہوئے تھے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جلد 7، صفحہ 39-40)

غزوۂ اُحد کے شہداء کی نماز جنازہ اور تدفین کا ذکر بھی ملتا ہے۔ غزوہ اُحد کے شہداء کی نماز جنازہ کے بارہ میں مختلف آراء ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا رکھتے اور پھر پوچھتے کہ ان میں سے کون قرآن زیادہ جانتا تھا۔ پھر جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لحد میں پہلے رکھتے تھے۔ اگر ایک ہی کپڑے میں تھے تب بھی دائیں بائیں رکھ دیتے ہوں گے۔ پہلے اس کو دفنایا جاتا پھر دوسرے کو ساتھ ہی۔ پھر آپؐ فرماتے تھے کہ میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کے خونوں میں ہی دفن کرنے کا حکم دیتے تھے۔ نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، حدیث 1343)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت بھی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے شہداء کا جنازہ پڑھا۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کا جنازہ غزوہ اُحد کے آٹھ سال بعد پڑھا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، حدیث 1344) (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ اُحد، حدیث 4042)

یہاں مختلف روایتیں ہیں۔ مختلف وقتوں میں جو باتیں سامنے آئیں راویوں نے پیش کیں وہ پیش کی گئی ہیں لیکن یہی لگتا ہے کہ اس وقت جنازہ نہیں پڑھا گیا بعد میں کسی وقت پڑھا گیا۔

سنن ابن ماجہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے شہداء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہؓ کی میّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود رہی جبکہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الشہداء...... حدیث 1513)

ہوسکتا ہے اس میں بھی ان کو غلط فہمی لگی ہو۔ سنن ابو داؤد میں بیان ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے شہداء کو غسل نہیں دیا گیا اور ان کو ان کے خون یعنی زخموں سمیت دفنایا گیا اور ان میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں ادا کی گئی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الشہید یغسل؟ حدیث 3135)

سنن ابی داؤد ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت حمزہؓ کے اَور کسی شہید کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الشہید یغسل؟ حدیث نمبر 3137)

سنن ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا۔ (سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قتلی اُحد وذکر حمزۃ، حدیث 1016)

اکثریت یہی ہے کہ نہیں پڑھا گیا۔ سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء کا جنازہ اس طرح ادا کیا کہ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپؐ نے نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔ سیرت حلبیہ کے مطابق چار تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد باقی شہداء کو ایک ایک کر کے لایا جاتا اور حضرت حمزہؓ کی میت کے ساتھ رکھا جاتا اور آپؐ ان دونوں کی نماز جنازہ ادا فرماتے اور اس طرح تمام شہداء کی نماز جنازہ ایک بار اور حضرت حمزہ کی نماز جنازہ بہتّر بار اور بعض کے نزدیک بانوے بار ادا کی گئی۔ (سیرت ابن ہشام، صفحہ 395-396، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (السیرۃ الحلبیۃ، جلد 2، صفحہ 337، دار الکتب العلمیۃ بیروت) بہرحال یہ روایتیں تو لکھی گئی ہیں لیکن بعض کمزور روایتیں بھی ہیں۔

سیرت کی ایک کتاب دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی میت کے پاس نو شہداء کو اکٹھا لایا جاتا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی جاتی پھر ان نو کو لے جایا جاتا اور مزید نو شہداء کو لایا جاتا اور اس طرح ان تمام شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپؐ نے ہر دفعہ نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔ (دلائل النبوۃ، جزء3، صفحہ 287، مطبوعہ دار الریان قاھرہ 1988ء)

سیرت حَلَبِیَّہ اور دَلَائِلُ النُّبُوَّۃ میں غزوۂ اُحد کے شہداء کی نماز جنازہ کی احادیث کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ان دونوں کتب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ ہی دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اس کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے۔ (السیرۃ الحلبیۃ، جلد 2، صفحہ 338، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (دلائل النبوۃ، جزء3، صفحہ 287-288، مطبوعہ دار الریان قاھرہ 1988ء)

تو آخری نتیجہ یہی نکلا کہ جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا اور جن روایات میں ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کا جنازہ پڑھا اور حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیرات کہی تھیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں تک حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد ان شہداء کا جنازہ پڑھا تھا تو اس روایت میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ یہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔ یہ اس وقت نہیں تھا۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں بَابُ اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الشَّھِیۡدِ یعنی شہیدوں کی نماز جنازہ کے عنوان سے باب باندھا ہے اور اسکے نیچے صرف دو حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث میں جو کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے اس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ غزوۂ اُحد کے شہداء کو نہ غسل دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِيَّ خَرَجَ يَوۡمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهۡلِ أُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَى الۡمَيِّتِ۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اُحد کے شہداء پر نماز جنازہ کی طرز پر نماز پڑھی اور یہی حدیث بخاری میں ہی دوسری جگہ غزوۂ اُحد کے باب میں بھی آئی ہے۔ وہاں یہی صحابی روایت کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ صَلّٰى رَسُوۡلُ اللّٰهِ عَلٰى قَتۡلٰى أُحُدٍ بَعۡدَ ثَمَانِيَ سِنِيۡنَ كَالۡمُوَدِّعِ لِلۡأَحۡيَاءِ وَالۡأَمۡوَاتِ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء پر آٹھ سال بعد اس طرح نماز پڑھی جیسے زندوں یا وفات پانے والوں کو الوداع کہا جاتا ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کی وفات پر لمبی مدت گزر جانے کے بعد اس کی قبر پر جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپؐ کے وصال کا وقت قریب ہے تو آپؐ نے ان شہداء کی قبروں پر جا کر انہیں الوداع کہتے ہوئے ان کیلئے دعا فرمائی اور ان کیلئے مغفرت طلب کی۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 248-249، کتاب الجنائز، مطبوعہ دار الریان قاھرہ 1986ء) (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ اُحد، حدیث 4042)

جماعت کا بھی یہی موقف ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو لکھا ہے۔ گو اس وقت نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی تھی۔ یہ تو واضح ہے۔ روایتیں اسی حق میں ہیں کہ نماز جنازہ اُحد کے شہداء کی ادا نہیں کی گئی تھی۔ آپؓ نے بھی یہی لکھا ہے کہ نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی تھی لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر شہدائے اُحد پر جنازے کی نماز ادا کی اور بڑے درد دل سے ان کیلئے دعا فرمائی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النّبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم. اے، صفحہ 502) اس کے کچھ اَور ذکر بھی باقی ہیں۔ یہ بھی ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

دنیا کے جو حالات ہیں اسکے بارے میں بھی کچھ کہہ دوں۔ جنگ کی آگ تو اب پھیلتی جا رہی ہے۔

انسانیت کے تباہی سے بچنے کیلئے اب بہت دعاؤں کی ضرورت ہے اور احمدی ہی اگر حقیقت میں صحیح طرح دعا کریں تو اس کیلئے کچھ کر سکتے ہیں۔

اسرائیلی حکومت ہے تو وہ اپنی ڈھٹائی پہ تلی ہوئی ہے۔ ہر بات پہ وہ اپنا کوئی نہ کوئی بہانہ، عذر تلاش کر کے بیان کر دیتے ہیں کہ یہ وجہ ہوئی اس لیے ہم نے یہ کیا۔ اور کسی بات کو، کسی بھی عقل کی بات کو ماننے کو تیار نہیں۔ دنیا کی جو باقی طاقتور حکومتیں ہیں ان کی مرضی ہے یا ان کو بھی اسرائیل کا خوف ہے اور وہ جو بھی اسرائیلی وزیر اعظم یا ان کی حکومت بیان دیتی ہے یہ پہلے اپنا بیان اس بات پہ دیتے ہیں کہ جنگ بندی ہونی چاہئے ظلم بند ہونا چاہئے اس کے بعد جب وہ بیان دے دیں تو اس پر صاد کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بھی رحم فرمائے اور ان کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف جھکائے۔ یہی ایک رستہ ہے جس کی پناہ میں آ کے یہ لوگ اپنی دنیا و عاقبت سنوار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ہمیں بھی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے اور ہم پر بھی رحم فرمائے۔

......☆......☆......☆......

ایڈیشنل نظارت اصلاح وارشاد نور الاسلام کے تحت
اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں
ٹول فری نمبر : 1800 103 2131
اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

ترتیب قرآن

یہ سوال کہ قرآن شریف کی موجودہ ترتیب کسی اصول پر قائم ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس پر؟ تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا اور نہ ہی ایک تاریخی تصنیف میں اس قسم کے سوال کا تشریحی جواب دیا جاسکتا ہے مگر اس جگہ اسکے متعلق ایک مختصر سا اشارہ کر دینا غالباً بے سود نہ ہوگا۔ سو جاننا چاہئے کہ جیسا کہ دوست و دشمن میں مسلّم ہے اور تاریخ وحدیث اسکے حوالوں سے بھری پڑی ہیں کہ قرآن شریف کی موجودہ ترتیب اسکے نزول کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے بلکہ وہ ایک جداگانہ ترتیب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خدائی تفہیم کے مطابق مقرر فرمائی تھی۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ یعنی ’’قرآن کا جمع کرنا خود ہمارے ذمہ ہے اور ہم ہی اس کام کو سرانجام دیں گے۔‘‘ اور ظاہر ہے کہ جمع قرآن کا کام خصوصاً جبکہ اسے نزول کی ترتیب سے ہٹا کر دوسری ترتیب میں جمع کیا گیا ہو ترتیب کے ساتھ لازم وملزوم کے طور پر ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے حدیث میں تو صراحت کے ساتھ ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر آیت کے نزول پر اور ہر سورۃ کے مکمل ہونے پر خود ہدایت فرماتے تھے کہ اس آیت یا سورۃ کو فلاں جگہ رکھو۔ اندریں حالات خواہ کسی شخص کو موجودہ قرآنی ترتیب سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن میں کوئی نہ کوئی اصول ترتیب ضرور مقصود ہے۔ دراصل غور کیا جاوے تو اصل نزول کی ترتیب کو چھوڑنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ نئی ترتیب میں کوئی نہ کوئی اصول ضرور مدّنظر رکھا گیا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ نزول کی ترتیب کو ترک کر کے کوئی اور ترتیب اختیار کی جاتی۔ مثلاً ایک ہال میں چند آدمی یکے بعد دیگرے داخل ہوتے ہیں۔ اب اگر ہال کا منتظم ان آدمیوں کے متعلق خاص اہتمام کے ساتھ یہ انتظام کرتا ہے کہ وہ داخل ہونے کی ترتیب سے نہ بیٹھیں بلکہ انہیں کسی اور ترتیب کے ساتھ بٹھاتا ہے تو اس کا یہی فعل اس بات کی دلیل ہوگا کہ خواہ اس کا اصول ترتیب کسی کو معلوم ہو یا نہ ہو، مگر اس کے مدّنظر کوئی نہ کوئی اصول ضرور ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ داخلہ کی ترتیب کو تبدیل کیا جاتا کیونکہ کوئی ہوش وحواس رکھنے والا انسان یونہی لغو طور پر بلاوجہ کوئی کام نہیں کرتا۔

اس موقع پر اکثر یورپین محققین یہ کہا کرتے ہیں کہ ہال کے منتظم نے داخلہ کی ترتیب کو بدل کر سائزنگ کے اصول پر لوگوں کو بٹھا دیا ہے۔ یعنی قرآنی سورتوں کو ان کی لمبائی کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ مگر یہ ایک سراسر بے بنیاد اور غلط خیال ہے کیونکہ اول تو ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ جمع وترتیب کا کام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدائی تفہیم کے ماتحت سرانجام دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے انسان کی طرف اس قسم کا عبث فعل کبھی بھی منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا فعل وہی شخص کر سکتا ہے جو عقل وخرد سے بالکل عاری ہو۔ نزول کی ترتیب جس سے کم ازکم بعض تاریخی فوائد کے حصول میں آسانی ہوسکتی تھی اسے محض اس وجہ سے ترک کرنا کہ قرآنی سورتیں لمبے اور چھوٹے ہونے کے لحاظ سے ترتیب دی جاسکیں جس میں کوئی بھی علمی فائدہ متصوّر نہیں ہے، ایک ایسا فعل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو درکنار ایک معمولی عقل کا آدمی بھی اسکا مرتکب نہیں ہوسکتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات تو اس سے بہت بالا وارفع ہے۔ دوسرے سورتوں کا وجود ہی جس کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہے کسی ترتیب کا نتیجہ ہے کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں قرآن شریف سورتوں کی صورت میں نازل نہیں ہوا بلکہ آیات کی صورت میں بہت آہستہ آہستہ نازل ہوا ہے اور سورتیں آیات کے جمع ہونے سے عالم وجود میں آئی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات عملاً بھی بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ قرآن میں سورتوں کے لمبا چھوٹا ہونے کی ترتیب مدنظر رکھی گئی ہے اور قرآنی سورتوں کی آیات کی تعداد کا ایک سرسری مطالعہ بھی اس کی تردید کیلئے کافی ہے کیونکہ بیسیوں مثالیں ایسی ہیں کہ بعض لمبی سورتیں ہیں جو پیچھے رکھی گئی ہیں اور بعض چھوٹی سورتیں ہیں جو پہلے آگئی ہیں اور نہ معلوم مغربی محققین اس معاملہ میں اس قدر کوتاہ نظری اور فاش غلطی کے مرتکب کس طرح ہوئے ہیں۔

الغرض اس بات میں ہرگز کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اوّل قرآن شریف کی موجودہ ترتیب اس کے نزول کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔ دوم نہ ہی یہ ترتیب سورتوں کے طول وقصر کے لحاظ سے ہے بلکہ سوم یہ کوئی اور ہی ترتیب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود خدائی ارشاد کے ماتحت مقرر فرمائی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ترتیب کیا ہے؟ اس کے جواب میں اس جگہ صرف اس قدر اشارہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن شریف جو خدا کا قول ہے اس میں اسی قسم کا اصول ترتیب مدنظر رکھا گیا ہے جو خدا کے فعل یعنی صحیفۂ قدرت میں پایا جاتا ہے یعنی جس طرح اس جسمانی عالم میں دنیا کی مادی زندگی اور ترقی وبہبودی کے سامان وذرائع مہیا کئے جا کر اس میں ایک ترتیب رکھی گئی ہے اسی طرح کی خدا کے قول یعنی قرآن شریف میں ایک ترتیب ہے جو علم النفس کے ان ابدی اصول کے ماتحت قائم کی گئی ہے جو دنیا کی اخلاقی اور تمدنی اور روحانی زندگی اور اصلاح وترقی کیلئے بہترین اثر رکھتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ جس طرح بعض لوگوں کو اس عالم جسمانی میں کوئی ترتیب نظر نہیں آتی اسی طرح روحانی بینائی سے محروم لوگوں کو قرآنی ترتیب بھی نظر نہیں آتی۔ مگر جو لوگ گہرے مطالعہ کے عادی ہیں اور روحانی کلام کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے اپنے اندر ضروری بینائی اور تقدس وطہارت رکھتے ہیں وہ اس ترتیب کو علیٰ قدر مراتب سمجھتے اور اس کے اثر کو اپنے نفوس میں محسوس کرتے ہیں۔

اس جگہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ اگر موجودہ ترتیب ہی اصلاح وتربیت اور روحانی تاثیر کے لحاظ سے بہترین تھی تو پھر اسی کے مطابق قرآن کا نزول کیوں نہ ہوا تا کہ صحابہ کی جماعت بھی جو قرآنی تعلیم کی سب سے پہلی حامل بنتی تھی ان اثرات سے متمتع ہوتی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کے حالات اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کے حالات میں اختلاف ہے۔ صحابہ کیلئے وہی ترتیب بہترین تھی جس کے مطابق قرآن شریف نازل ہوا۔ مگر جب ایک ابتدائی جماعت قائم ہوگئی تو پھر آئندہ کیلئے مستقل طور پر وہ ترتیب بہترین تھی جو موجودہ قرآن میں پائی جاتی ہے اور یہ اختلاف دو اصول کے ماتحت ہے۔

اوّل تو بوجہ اسکے کہ صحابہ کی جماعت وہ پہلی جماعت تھی جو اسلامی شریعت کے مطابق قائم ہوئی اور اس سے پہلے کوئی جماعت اسلامی شریعت کی حامل نہیں تھی اور نہ ہی دنیا میں اسلامی شریعت کا وجود تھا۔ اور قرآن کے ذریعہ سے پہلے طریق وتمدن کو مٹا کر ایک بالکل ہی نئے طریق وتمدن کی بنیاد پڑنی تھی، اس لئے ضروری تھا کہ اس وقت کے لوگوں کے سامنے ان کی ذہنیت اور ماحول کے مناسبِ حال قرآنی احکامات کا نزول ہوتا تا کہ وہ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو بدلنے اور نئی تعلیم کو اپنے اندر جذب کرنے میں آسانی پاتے اور ظاہر ہے کہ اس کیلئے بہترین صورت یہ تھی کہ سب سے پہلے اس قسم کی آیات کا نزول ہوتا جن میں صرف عقیدہ کی درستی مدنظر ہے اور مشرکانہ خیالات کو مٹا کر توحید کو قائم کیا گیا ہے اور اسکے بعد آہستہ آہستہ اسلامی طریق عبادات اور اسلامی طریق معاملات اور اسلامی طریق تمدن اور اسلامی طریق سیاست کے متعلق اوامر ونواہی نازل ہوتے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن جب ایک جماعت اسلامی شریعت کی حامل تیار ہوگئی اور آئندہ پھیلاؤ اور ترقی کیلئے ایک وجود بطور تخم کے یعنی ایک نیوکلیئس (NUCLEUS) تیار ہوگیا تو اب اس تخم یا نیوکلیئس کی آئندہ ترقی کیلئے وہ ابتدائی ترتیب نزول غیر طبعی اور ناموزوں تھی۔ اس لئے اسے بدل کر وہ ترتیب دے دی گئی جو اس کیلئے مناسب تھی۔ چنانچہ قرآن شریف کی موجودہ ترتیب بالکل اس اصول کے ماتحت ہے جو ایک تیار شدہ جماعت کے استحکام، اسکے پھیلاؤ اور ترقی کیلئے موزوں ترین ہے۔

دوسرا اصول نزول کی ترتیب کو بدل کر دوسری ترتیب کے اختیار کرنے میں یہ مدِّنظر تھا کہ نزول کی ترتیب زیادہ تر ان حالات کے مطابق چلتی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کو پیش آتے تھے۔ مثلاً چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ابھی کفار پر اتمام حجت ہو رہا تھا اور مسلمانوں کو صبر وشکیب کے سانچے میں ڈھال کر نکالنا مقصود تھا۔ اس لئے مکی آیات میں جہاد کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ صبر وبرداشت کی تعلیم پر زور ہے۔ لیکن جب اتمام حجت ہو چکا اور صحابہ بھی صبر وبرداشت کے سانچے میں ڈھل چکے اور کفار کے مظالم سے مسلمانوں کو اپنا وطن تک چھوڑنا پڑا اور ظالم کی سزا کا وقت آگیا تو اس وقت جہاد کی آیات نازل ہوئیں اسی طرح مکہ میں چونکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت بصورت جمعیت نہیں تھی اور کفار کے مظالم نے انہیں بالکل منتشر کر رکھا تھا۔ یعنی ان کی کوئی اجتماعی زندگی نہیں تھی اس لئے مکہ میں اسلامی طریق تمدن ومعاملات کے متعلق آیات نازل نہیں ہوئیں۔ لیکن جب مدینہ میں مسلمانوں کو ایک اجتماعی زندگی نصیب ہوئی تو اسکے مناسب حال آیات کا نزول ہوا اگر اس نزول میں حالات کی مناسبت اور مطابقت کو ملحوظ نہ رکھا جاتا تو یقیناً ابتدائی مسلمانوں کیلئے نئی شریعت کو اپنے اندر جذب کرنا اور اس پر صحیح طور پر عامل ہونا سخت مشکل ہو جاتا۔ لہٰذا قرآن کے نزول کو حتّی الوسع حالات پیش آمدہ کے ساتھ ساتھ چلایا گیا تھا تا کہ اسکی تعلیم صحابہ میں جذب ہوتی جاوے، لیکن جب سب نزول ہو چکا اور ایک جماعت قرآنی شریعت کی حامل وجود میں آگئی تو پھر اس ترتیب کو قائم رکھنا ضروری نہ تھا، بلکہ پھر اس بات کی ضرورت تھی کہ آئندہ کی مستقل ضروریات کے مطابق اسے ترتیب دی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اگر اس جگہ کسی کو یہ اعتراض پیدا ہو کہ نزول کی ترتیب بدلنے سے قرآن کی تاریخی حیثیت ضائع ہوگئی ہے تو یہ ایک بودا اور فضول اعتراض ہوگا کیونکہ اوّل تو جب حدیث وتاریخ میں قرآنی آیات کی نزول کی ترتیب بیشتر طور پر محفوظ ہے اور ذرا سی محنت اور توجہ کے ساتھ اس بات کا پتہ لگ سکتا ہے کہ کوئی آیت یا سورۃ کب نازل ہوئی تھی تو اس صورت میں ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن کی تاریخی حیثیت ضائع ہوگئی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ پوری طرح محفوظ ہے اور دوست ودشمن نے اسے تسلیم کیا ہے صرف فرق یہ پیدا ہوا ہے کہ اگر قرآن کو اسکے نزول کے مطابق ترتیب دیا جاتا، تو اس کی تاریخی حیثیت بدیہی اور عیاں ہوتی اور اب وہ محنت اور توجہ کے ساتھ نکالنی پڑتی ہے۔

دوسرے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن شریف کی اصل غرض وغایت تاریخ کی حفاظت نہیں ہے بلکہ اس قانون کا بہترین صورت میں مہیا کرنا ہے جو لوگوں کی تمدنی اور اخلاقی اور روحانی ترقی کیلئے ضروری ہے اور جو بندہ کو خدا تک پہنچا سکتا ہے۔ پس اس کی ترتیب میں بھی انہی اصول کا مدنظر رکھا جانا ضروری تھا جو ان اغراض کو بہترین صورت میں پورا کر سکتے تھے اور اگر اسکی ترتیب میں ان اصولوں کو قربان کر کے تاریخی پہلو کو ترجیح دی جاتی تو یہ ایک نہایت غیر حکیمانہ فعل ہوتا۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ قرآن شریف کی موجودہ ترتیب بھی اس رنگ کی ترتیب نہیں ہے جس میں عام کتب کی طرح بابوں اور فصلوں اور پیروں وغیرہ میں مضمون کو تقسیم کیا گیا ہو کیونکہ اس قسم کی ترتیب قرآن کی غرض وغایت کے منافی تھی۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ سب اقوام اور سب زمانوں کیلئے ایک شریعت لایا ہے اور اس میں علوم کے خزانے مخفی ہیں جو بقدر ضرورت ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں گے اور حدیث میں آتا ہے کہ قرآن کی تحقیق سے علماء کبھی سیر نہیں ہوں گے اور نہ اس کے عجائب کبھی ختم ہوں گے اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ قرآنی آیات کے صرف ظاہری معانی پر ہی حصر نہیں ہے بلکہ اس کی ہر آیت کے نیچے متعدد بطون ہیں اور ہر بطن آگے متعدد شاخیں رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام قرآن شریف کو ایک روحانی عالم کے طور پر پیش کرتا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح یہ دنیا ایک جسمانی عالم ہے۔ پس اسکی ترتیب کے اصول کو سمجھنے کیلئے بھی بہترین مثال اس دنیا کی ہوسکتی ہے جس طرح اور جس رنگ میں اس دنیا میں ترتیب پائی جاتی ہے کہ ہر چیز باوجود ایک دوسرے سے بظاہر جدا اور لاتعلق نظر آنے کے دراصل اپنی گہرائیوں میں ایک دوسرے سے پیوست اور مربوط ہے اور ایک مخفی زنجیر بلکہ مختلف جہات سے کئی مخفی زنجیریں اس کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے سے منسلک کئے ہوئے ہیں اسی طرح قرآن کی گہرائیوں میں ربط واتحاد کی کڑیاں چلتی

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(1356) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب ہم کو مراد وملانی کے مکان میں رہتے ہوئے چند دن گزر گئے تو ہمسائیوں کی عورتیں گھر میں آنے جانے لگیں اور ان کو معلوم ہوا کہ بو بو جی کو لوگوں نے ڈرایا ہوا ہے تو باوجود یکہ وہ بھی مخالفین میں سے تھیں مگر انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب میں کوئی بات خوف کرنے کی نہیں ہے۔ وہ تو بچپن سے ہی ہم جانتی ہیں بہت نیک پاک ہے نمازی پرہیز گار ہے۔

بو بو جی کو مخالفوں نے یہاں تک ڈرایا ہوا تھا کہ اگر تو جاتی ہے تو اپنی لڑکی کو ساتھ نہ لے جا۔ مرزا جادو گر ہے وہ اپنے مریدوں کو ایسا قابو کر لیتا ہے کہ وہ اسکی خاطر اپنی عزتوں کی بھی پروا نہیں کرتے لیکن جب بو بو جی کا ڈر ہمسائیوں کے ملنے اور قادیان میں دو تین ہفتہ تک رہنے سے کچھ کم ہوا تو ان کو حضرت صاحب کے گھر جانے کی جرأت ہوگئی۔ ایک دن وہ چند ہمسائیوں کو لے کر دل کڑا کر کے حضرت اقدسؑ کے گھر گئیں۔ حضرت اقدسؑ کو دیکھ کر انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہے جس کو انہوں نے پہلے دن کشف میں دیکھا تھا۔

(1357) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’دوسرے دن بو بو جی مجھے ساتھ لے کر گئیں۔ تو پہلے قدرت اللہ خان کی بیوی سے ملے۔ اونچے دالان کے سامنے تخت پوش پر جہاں ڈاکٹرنی اور اُمّ حبیبہ بیٹھی ہوئی تھیں ہمیں بٹھا دیا اور ہم سے پتہ معلوم کر کے حضرت اقدسؑ کو اطلاع دی کہ مہمان عورتیں آئی ہیں۔ حضرت اقدسؑ اور اُم المومنین تشریف لے آئے۔ بو بو جی نے پردہ کیا۔ ڈاکٹرنی نے کہا کہ اللہ کے نبی سے پردہ نہیں کرنا چاہئے۔ مگر انہوں نے کہا کہ مجھے شرم بھی آتی ہے اور پردہ کا رواج بھی ہمارے گھر میں زیادہ ہے۔ حضرت کے دریافت کرنے پر جب حضورؑ کو معلوم ہوا کہ یہ ڈاکٹر فیض علی صاحب کی والدہ ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ کہاں ٹھہرے ہو اور کب سے آئے ہو؟ والدہ نے عرض کیا کہ پندرہ دن ہوئے ہیں۔ ہم مراد وملانی کے مکان میں رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ’’کھانے کا کیا انتظام ہے؟‘‘ بو بو جی نے کہا کہ خود پکا لیتے ہیں۔ فرمایا کہ ’’افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مہمان ہو کر خود کھانا پکائیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ قادیان میں جو مہمان آتا ہے وہ ہمارا ہی مہمان ہوتا ہے۔ آپ کو ڈاکٹر فیض علی نے نہیں بتایا؟‘‘ بو بو جی نے کہا ہم پانچ چھ آدمی ہیں۔ حضور علیہ السلام کو تکلیف دینا مناسب نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا حکم ہے کہ ہمارے مہمان ہمارے گھر سے ہی کھانا کھائیں۔ فرمایا کہ ’’دادی کہاں ہیں؟‘‘ دادی نے کہا ’’حضور جی! میں کولے کھڑی آں۔‘‘ فرمایا ’’ان کے ساتھ جا کر گھر دیکھ لو اور دونوں وقت کھانا پہنچا آیا کرو اور پوچھ لیا کرو کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔‘‘ میرے متعلق پوچھا کہ ’’کیا یہ فیض علی کی لڑکی ہے؟‘‘ بو بو جی نے بتایا کہ یہ میری لڑکی ہے۔ فیض علی کی تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔ پوچھا ’’عمر کیا ہے؟‘‘ بو بو جی نے بتایا چودہ سال۔ اس وقت دادی اور فجو ہمیں گھر چھوڑنے آئیں۔ کھانا لنگر سے آنے لگا۔ لنگر ابھی گھر میں ہی تھا۔ وہ جلسہ سالانہ کے ایام تھے۔ مہمانوں کا کھانا زردہ، پلاؤ وغیرہ بھی گھر ہی پکتا تھا۔ حضرت اُم المومنین صاحبہ کھانا خود تقسیم فرماتی تھیں۔ چند یوم کے بعد بو بو جی اور میں نے بیعت کر لی۔ بیعت مغرب کے بعد اونچے دالان کے ساتھ والے چھوٹے کمرے میں کی تھی۔ اس میں کھوری بچھا کر اوپر ٹاٹ کے ٹکڑے بچھائے ہوئے تھے اور دونوں طرف لکڑی کے دو صندوق تھے ایک پر موم بتی جل رہی تھی اور حضور علیہ السلام کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ جگہ تنگ تھی۔ ہم دونوں دروازہ میں بیٹھ گئیں حضور علیہ السلام نے بیعت لی اور دعا فرمائی۔

(1358) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب ہم بیعت کر کے امرتسر واپس چلے گئے۔ میری عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی۔ ایک سال کے بعد میرے بڑے بھائی علی اظفر صاحب مرحوم نے افریقہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں تحریر کیا کہ ’’میری بہن کے رشتہ کا حضورؑ کو اختیار ہے، حضورؑ اس کے ولی ہیں، جہاں حضورؑ کی منشاء ہو، رشتہ کر دیں۔‘‘ اور اسی مفہوم کا ایک خط بھائی فیض علی صاحب صابر کو بھی لکھ دیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے بھائی صاحب کو تحریر فرمایا کہ ’’آپ کے بڑے بھائی نے ہمیں ہی لڑکی کا سربراہ بنا دیا ہے، ان کا خط آیا ہے۔ ہم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو پسند کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ لو اور چاہو تو ان سے اپنی ہمشیرہ کا نکاح کر دو۔ مگر بہتر ہو کہ پہلے ان کو اپنی ہمشیرہ دکھا بھی دو۔‘‘

(1359) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ڈاکٹر خلیفہ صاحب مرحوم ومغفور فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ڈاکٹر فیض علی صاحب کی طرف ایک تحریر دی جس میں رشتہ کا لکھا تھا۔ آپ رقعہ لے کر امرتسر گئے۔ امرتسر میں آپ کو حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مل گئے۔ آپؓ نے دریافت فرمایا کہ ’’کیسے آئے ہو؟‘‘ ڈاکٹر صاحب نے بتایا تو حضرت نانا جانؓ نے کہا کہ ’’لاؤ رقعہ مجھے دو تم تو بڑے بھولے ہو۔ کوئی اپنے رشتہ کا پیغام خود بھی لے جاتا ہے؟ ہم خود پیغام لے کر جائیں گے۔‘‘ اس پر ڈاکٹر صاحب مرحوم وہ رقعہ حضرت میر صاحبؓ کے سپرد کر کے خود لاہور چلے گئے۔

(1360) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ڈاکٹر فیض علی صاحب نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میری ہمشیرہ کے رشتہ کا رقعہ حضرت اقدس علیہ السلام نے خود خلیفہ صاحب کو دیا تھا چونکہ پہلے مجھ سے ان کا تعارف نہ تھا۔ یوں بھی شرمندگی سے وہ خود میرے پاس نہیں آئے اور حضرت میر صاحب نانا جانؓ کو بھیج کر خود لاہور چلے گئے تھے۔ میں دوسرے دن یہ ہدایت نامہ لے کر پہلے ڈاکٹر رحمت علی صاحبؓ کے پاس چھاؤنی میاں میر (لاہور) میں گیا۔ ڈاکٹر صاحب رقعہ دیکھ کر بہت خوش بھی ہوئے ہونگے۔ فرمایا حضرت اقدسؑ کا حکم سر آنکھوں پر ہے۔ پھر میں آگے لاہور حویلی پتھراں والی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے پاس چلا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ ’’دیکھنا ہے تو چل کر دیکھ لو۔ مگر سیرت جو نہایت ضروری ہے اسے کس طرح دیکھ کر معلوم کرو گے (میں نے کچھ ایسا ہی کہا تھا) مگر شاید وہ خود جا کر دیکھنے میں بھی شرمساری محسوس کرتے ہونگے۔ واللہ اعلم۔

انہوں نے کہا کہ میں نے صورت وسیرت کے متعلق سن لیا ہے اور تمہارے چھوٹے بھائیوں کو بھی جو قادیان میں پڑھتے ہیں دیکھا ہے اور مجھے ہر طرح سے تشفی ہے۔ اس وقت تجویز یہ ہوئی کہ غالباً کل یا پرسوں قادیان پہنچ جاویں اور نکاح ہو جاوے۔ چنانچہ میں اور ڈاکٹر صاحب وقت پر قادیان میں پہنچ گئے۔ جب نکاح پڑھا جا رہا تھا تو یہ دریافت کرنے پر کہ مہر کیا مقرر ہوا ہے میں نے کہہ دیا جس نے یہ نکاح پڑھوایا ہے مہر کا بھی اسکو علم ہوگا اس پر حضرت اقدس فِدَاہُ اُمِّیْ وَاَبِیْ نے مبلغ -/200 روپے حق مہر مقرر فرما دیا۔ یہ نکاح بفضلہ تعالیٰ بہت مبارک ہوا۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔ شاید یہ میری اس نیک نیتی کا ثمر تھا کہ میں اپنی بہن کو محض نیک ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ کے خواہ مخواہ گلے مڑھنا چاہتا تھا جس نے اسکے ایک دو سال بعد ہی لڑائی میں شہید ہو جانا تھا۔ اللہ کریم نے مجھے ایک اور نیک نفس اور ایسا متقی انسان دے دیا جو بہر صورت نعم البدل تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ حضرت صاحب نے اس وقت مجھے کہا تھا جبکہ حضورؑ کو مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کیلئے رشتوں کی ضرورت تھی۔ اس وقت فرمایا تھا کہ ’’تم اپنے بھائیوں سے بھی مشورہ کر لو۔‘‘ بھائی میرے افریقہ میں تھے۔ ان سے مشورہ کرتے ہوئے ایک دو مہینے ڈاک کے لگ جاتے مگر اس مرتبہ ویسا نہیں فرمایا۔ گویا یہ ایک تقدیر مبرم تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

(1361) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ (صاحبزادہ مبارک احمد مرحوم کی وفات کے بعد) حضور مسیح موعود علیہ السلام فِدَاہُ اُمِّیْ وَاَبِیْ اس جگہ جہاں ام ناصر احمد سلمہا کا آنگن ہے چار پائی پر بیٹھے یا لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ام المومنین پاس ہوتی تھیں۔ حضرتؑ اس طرح خوشی ہنسی باتیں کرتے تھے گویا کوئی واقعہ رنج اور افسوس کا ہوا ہی نہیں۔ عورتیں تعزیت کے واسطے آتیں تو حضور علیہ السلام کو اس حال میں راضی دیکھ کر کسی کو رونے کی جرأت نہ ہوتی اور حیران رہ جاتیں۔

(1362) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم ساکنہ تلونڈی نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضور علیہ السلام کو وضو کرانے لگی۔ عصر یا ظہر کا وقت تھا۔ میری لڑکی نے مجھے کہا کہ اماں! یہ امام مہدی ہیں؟ میں نے کہا ہاں اس پر حضورؑ نے دریافت فرمایا کہ ’’یہ لڑکی کیا کہتی ہے؟‘‘ میں نے عرض کیا کہ حضورؑ! یہ لڑکی پوچھتی ہے کہ امام مہدی یہی ہیں؟ حضور علیہ السلام نے ہنس کر فرمایا کہ ’’ہاں! میں امام مہدی ہوں۔‘‘

حضورؑ نے حکم دیا کہ انکے واسطے گوشت منگواؤ۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی بیوی صاحبہ نے مجھے کہا کہ تم بہت خوش قسمت ہو۔ حضورؑ کی خاص توجہ تمہارے حال پر ہے۔

(1363) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم ساکن تلونڈی نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’میرے خاوند رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ میری بیوی بیمار ہے اسکے رحم میں درد رہتا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ ’’ہاں‘‘ حضورؑ نے فرمایا ’’اچھا میں علاج کروں گا۔‘‘ اسکے بعد ہم واپس چلے گئے۔ جب آٹھ دن کے بعد میں پھر آئی تو گلابی کمرہ کے آگے کھڑی ہوئی تھی کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ میں نے السلام علیکم کہا حضورؑ نے فرمایا ’’وعلیکم السلام‘‘ اور نہایت محبت اور شفقت سے فرمایا: ’’برکت آگئی ہے؟‘‘ اماں جان نے فرمایا: اپنے علاج کے واسطے آئی ہے۔ حضورؑ نے فرمایا ’’نہیں وہ دین کی محبت رکھتی ہے۔‘‘

(1364) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مائی رکھی ککے زئی فیض اللہ چک والدہ نذیر نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن حضورؑ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ’’تم اپنے ہمسائیوں کو جانتی ہو؟‘‘ میں نے کہا ’خوب واقف ہوں۔ مغل مرزا محمد علی مرحوم تھے۔ ہمارا بہت آنا جانا تھا۔ فرمایا کہ محمد علی بیمار ہے میں دوا بنا دیتا ہوں اس کو پہنچا دو۔ رستہ میں گرا تو نہیں دو گی؟ میں نے کہا ’جی میں سیانی بیانی رستہ میں بھلا گرا دوں گی؟‘‘ پھر دوا شیشی میں ڈال دی اور نشان لگا دیئے اور فرمایا کہ ’’جا کر کیا کہو گی؟‘‘ میں نے کہا کہ میں کہوں گی کہ مسیح موعودؑ نے بھیجی ہے۔ پھر پوچھا ’’مائی تابی تیری کیا لگتی ہے؟‘‘ میں نے عرض کیا کہ میری خالہ لگتی ہے۔ دریافت فرمایا کہ ’’سگی خالہ؟‘‘ میں نے عرض کیا کہ میری ماں کی خالہ زاد بہن۔ پھر میں دوا دینے چلی گئی۔ پھر ایک دن آئی تو پوچھا کہ ’’گابو تیری کیا لگتی ہے؟‘‘ میں نے کہا کہ بھاوج ہے۔ آپؑ ہی نے تو شادی کروائی تھی۔ اسکی ماں رشتہ دینے سے انکار کرتی تھی حضورؑ نے پھر رشتہ کروا دیا تھا۔

مائی تابی کی نواسی (برکت) کو حضورؑ نے مودی خانہ کی چابی دی اور اس کی ذمہ داری لگا دی کہ وہی چیزیں نکال کر دیا کرے۔

(1365) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ جب میرے خاوند مرحوم ومغفور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کے گھٹنوں میں درد تھا وہ چھ ماہ کی رخصت لے کر قادیان آئے تھے۔ درد بھی تھا لیکن یوں بھی ان کو کمال رغبت اس بات کی تھی کہ جہاں تک ہو سکے حضورؑ کے قدموں سے لگے رہیں۔ جب ہم آئے تو میری والدہ قادیان کے پرلے سرے پر ریتی چھلہ کی طرف ملاوامل کے مکان میں رہتی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے حضورؑ سے اجازت طلب کی کہ چھوٹے بچوں کا ساتھ بھی ہے۔ اس وقت عزیزہ رضیہ بیگم سلمہا 3 سال کی تھیں اور سیدہ رشیدہ مرحومہ ایک سال دو ماہ کی ہو گئی تھی۔ ان کی والدہ اپنی ماں کے پاس رہنا چاہتی ہیں۔ ہمیں اجازت عطا فرمائی جاوے حضورؑ نے فرمایا ’’نہیں تم میرے پاس ہی رہو تمہاری خوشدامن بھی تمہارے پاس آجاویں گی۔‘‘ چنانچہ اسی وقت مائی فجو کو بھیج کر انہیں بلا دیا۔

(سیرۃ المہدی، جلد 2، حصہ چہارم، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

خطاب حضور انور بر موقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ برطانیہ 2023ء

اللہ تعالیٰ آپ سب کو خلافت کا سلطان نصیر بنائے اور آپ ایک پاک نمونہ بن کر دنیا میں انقلاب پیدا کرنے والے ہوں

ہمیشہ یاد رکھیں کہ جس مقصد کیلئے جامعہ میں داخل ہوئے تھے اس کو حاصل کرنے کی آپ نے ہمیشہ کوشش کرنی ہے

علم کو وسیع کرنا ہر طالب علم کا کام ہے اور ہر مربی کا کام ہے

ایک اچھے مربی اور مبلغ کو تو ہمیشہ یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے تھا کہ کیا ہم اپنا مقصد حاصل کرنے کے حصول کی طرف جا رہے ہیں یا اس کو کچھ حد تک حاصل کیا ہے یا اس کیلئے کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہماری عبادتوں کے معیار بلند ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے علمی معیار بلند ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے اخلاقی معیار بلند ہوئے ہیں؟

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نصائح اور راہنمائی ’زرّیں ہدایات (برائے مبلغین)‘ کے نام سے کتابی صورت میں بھی چھپ چکی ہیں اسے ہر مربی کو اور مبلغ کو ضرور اپنے پاس رکھنا چاہئے اور اس کا مطالعہ کر کے اپنے لیے اس میں سے نوٹس بنانے چاہئیں اور ان نوٹس کو پھر جب دیکھتے رہیں گے، اس میں سے بہت ساری باتیں خلاصہ نکال کے جب آپ پوائنٹس بنا کے اپنے پاس رکھیں گے اور اس کو دیکھتے رہیں گے تو اپنی حالت کی بہتری کی طرف بھی توجہ رہے گی اور آپ کو یاددہانی بھی ہوتی رہے گی

ہم نے دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے، دنیا کو اپنے پیچھے چلانا ہے، دنیا کو صحیح اسلامی تعلیم سے آگاہ کرنا ہے اس لیے اپنوں کی تربیت کیلئے بھی اور غیروں میں اسلام کا صحیح پیغام پہنچانے کیلئے بھی ایک مربی اور مبلغ کا باوقار ہونا بہت ضروری ہے

آپ کے کوئی لیکچر دینے پر یا کوئی کام کرنے پر دوسروں کو حق ہے وہ تعریف کریں اور اگر وہ تعریف کریں اور آپ کے سامنے کریں تو زیادہ سے زیادہ استغفار کی طرف توجہ ہونی چاہئے، استغفار کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے کبر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اس وجہ سے روحانیت میں ہماری ترقی کی بجائے کہیں تنزل نہ شروع ہو جائے

نوجوانوں کو جماعتی قواعد کا بھی علم ہو اور جماعتی روایات کا بھی علم ہو اور ان کو پتا ہو کہ ہم نے کس طرح آگے نظامِ جماعت کو سنبھالنا ہے، یہ ٹریننگ دینا بھی مربیان کا کام ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں ایک کامیاب مبلغ کی خوبیاں

جامعہ احمدیہ برطانیہ سے 2019ء سے 2022ء تک فارغ التحصیل ہونے والے مبلغین سلسلہ کی تقریب تقسیم اسناد منعقدہ 13 مئی 2023ء بروز ہفتہ بمقام جامعہ احمدیہ Haslemere، ہمپشئر (یو.کے) سے سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز اور دلنشیں تاریخی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

الحمد للہ کہ چند سالوں کے وقفہ کے بعد جامعہ احمدیہ یوکے کی کانووکیشن آج منعقد ہو رہی ہے۔ اس عرصے میں جہاں جو فارمل (formal) فنکشن تھے کانووکیشن وغیرہ یا دوسری کلاسیں وغیرہ وہ منعقد نہیں ہوئیں، وہاں جامعہ کے طلبہ سے جو میری انفرادی طور پر ملاقات ہوا کرتی تھی وہ بھی باقاعدہ نہیں رہی۔ اس لیے بہت سارے طلباء جو پچھلے تین چار سال میں فارغ ہوئے ہیں یا آج کل جو جامعہ میں ہیں ان کو چہروں سے میں شاید نہیں پہچانتا یا نہیں پہچان سکا اور ماسک کی وجہ سے بالکل نہیں۔ بعضوں کے میں نے ماسک اتار کے بھی دیکھے۔ اس ذاتی تعارف کا بھی ایک فائدہ ہوتا ہے۔ ان کے چہرے بھی پھر یاد رہتے ہیں۔ ان کی رپورٹس کے بعد ان کے کام بھی یاد رہتے ہیں اور اگر توجہ دلانی ہو تو وہ بھی دلائی جاتی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ وبا تقریباً ختم ہے اور اب دوبارہ معمول کی زندگی واپس آ رہی ہے۔ جو پرانی activities تھیں، جو پروگرام تھے وہ ان شاء اللہ دوبارہ شروع ہو جائیں گے۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ جس مقصد کیلئے جامعہ میں داخل ہوئے تھے اسکو حاصل کرنے کی آپ نے ہمیشہ کوشش کرنی ہے۔ اس مقصد کی کچھ تربیت لے کر آپ جامعہ سے نکلے ہیں، یہ نہیں کہ وہ مقصد حاصل کر لیا۔ آپ کو رستے دکھائے گئے ہیں کہ یہ یہ راستے ہیں اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جو ایک واقف زندگی اور مربی اور مبلغ کا ہونا چاہئے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

اب آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے آپ نے اب خود محنت کرنی ہے۔ پہلے آپ اساتذہ سے مدد لے لیتے تھے یا امتحان دیے جاتے تھے تو وہ صرف اس لیے کہ آپ کو یہ بتایا جائے کہ یہ یہ باتیں ہیں جن کی طرف تمہیں توجہ دینی چاہئے لیکن وہ بھی محدود ہوتی ہیں۔

علم کو وسیع کرنا ہر طالب علم کا کام ہے اور ہر مربی کا کام ہے۔ اس کیلئے ذاتی مطالعہ بھی ضروری ہے اور میدان عمل میں آ کر یہ ذاتی مطالعہ زیادہ بہتر ہو جانا چاہئے۔ بعض مربیان چند سال یا کچھ عرصہ سے میدان عمل میں ہیں۔ اس عرصے میں ایک اچھے مربی اور مبلغ کو تو ہمیشہ یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے تھا کہ کیا ہم اپنا مقصد حاصل کرنے کے حصول کی طرف جا رہے ہیں یا اس کو کچھ حد تک حاصل کیا ہے یا اس کیلئے کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہماری عبادتوں کے معیار بلند ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے علمی معیار بلند ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے اخلاقی معیار بلند ہوئے ہیں؟

طالب علمی کے زمانے میں ایک اَور سوچ ہوتی ہے اور جب میدان عمل میں انسان آ جاتا ہے تو بالکل اَور سوچ ہوتی ہے۔ اس وقت پھر مربی اور مبلغ کو لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں، جائزہ لے رہے ہوتے ہیں کہ اسکے عمل کیسے ہیں؟ اس کا علم کیسا ہے؟ اسکی عبادتوں کے معیار کیسے ہیں؟ پس یہ باتیں ہمیشہ یاد رکھیں کہ اب آپ لوگوں کیلئے ایک نمونہ ہیں یا لوگ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے مربیان ہمارے لیے نمونہ ہوں اور اس لحاظ سے پھر اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو ایک مربی کو کرنی چاہئیں۔ جب آپ یہ جائزہ لیں گے تو یہ جائزہ ایک مربی کو اعلیٰ معیار کے حصول کی طرف لے کے جائے گا۔ آپ کی یہ کوشش ہو گی کہ میں نے ان باتوں کے یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں۔ اسی طرح جو نئے مربیان نکل رہے ہیں ان کو بھی یہ باتیں سامنے رکھنی چاہئیں تبھی وہ اپنے وقف کے مقصد کو حاصل کر سکیں گے۔

جامعہ کے سات سال تو جیسا کہ میں نے کہا مختلف علوم کے حصول کا راستہ دکھانے کیلئے ہیں۔ ان کو حاصل کرنا، ان سے صحیح فائدہ اٹھانا اب میدان عمل میں آ کر ہر ایک کی ذاتی کوشش پر منحصر ہے۔ کامیاب مربی اور مبلغ وہی ہیں جو ان باتوں کے حصول کیلئے مسلسل کوشش کرتے ہیں۔ پس اب آپ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اس لحاظ سے مستقل اپنے جائزے لیتے رہیں اور دیکھیں کہاں ہمارے قدم رکے ہیں، کہاں روکیں پیدا ہوئی ہیں، کہاں ہم نے اپنی اصلاح کرنی ہے، کہاں بہتری پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

بہرحال اس وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختلف اوقات میں مربیان کو جو نصائح ہیں، ان کے حوالے سے کچھ باتیں کہوں گا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

طویل دَورِ خلافت میں جہاں جماعت کے انتظامی نظام کو منظم کیا علاوہ روحانی ترقیات اور تبلیغی کاموں کے اور اشاعت دین کے وہاں مربیان کے نظام کی بھی احسن رنگ میں راہنمائی فرمائی۔ انہیں بھی منظم فرمایا اور جامعہ کے طلبہ کو بھی، مربیان کو بھی مختلف وقتوں میں نصائح فرمائیں جو ایسی نصائح ہیں کہ اگر مربیان و مبلغین ان پر عمل کریں تو ایک انقلاب لانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ آپ کی یہ نصائح پرانے مربیان بلکہ ان صحابہ کو بھی تھیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ گزارا۔ جب ان کو مربی اور مبلغ کے طور پر بھیجا تو آپ نے انہیں عمومی طور پر یہ نصائح فرمائیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نصائح اور راہنمائی ’زرّیں ہدایات (برائے مبلغین)‘ کے نام سے کتابی صورت میں بھی چھپ چکی ہیں۔ اسے ہر مربی کو اور مبلغ کو ضرور اپنے پاس رکھنا چاہئے اور اس کا مطالعہ کر کے اپنے لیے اس میں سے نوٹس بنانے چاہئیں اور اس میں سے بہت ساری باتیں خلاصہ نکال کے جب آپ پوائنٹس بنا کے اپنے پاس رکھیں گے اور اس کو پھر دیکھتے رہیں گے تو اپنی حالت کی بہتری کی طرف بھی توجہ رہے گی اور یاددہانی بھی آپ کو ہوتی رہے گی۔

پس اس کو بھی ضرور دیکھیں۔ بہرحال اس وقت میں خلاصۃً بعض اہم نکات کی طرف توجہ دلا دیتا ہوں۔ یہ نکات ہر مربی کو اپنے سامنے رکھنے چاہئیں۔ پہلی بات یہ کہ مربی اور مبلغ بے غرض ہو۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 69)

اگر بے غرض ہوگا، ذاتی اغراض نہیں ہوں گی تو اس سے اپنوں کی تربیت میں بھی مدد ملتی رہے گی اور تبلیغ کے میدان میں بھی مدد ملتی رہے گی۔ ہمارے بہت سے بزرگ مبلغین نے، مربیان نے اس پر عمل کیا تو اس طرح نہ صرف پرانے زمانے کے بلکہ اس زمانے میں بھی ان کے تبلیغ کے میدان وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ گذشتہ دنوں منور خورشید صاحب کی وفات ہوئی تو میں نے انکی مثال دی تھی کہ کس طرح وہ بے غرض ہو کر ہر ایک سے رابطہ رکھتے تھے۔ اپنوں اور غیروں سے ان کے تعلقات تھے اور اس کیلئے انہوں نے بڑی قربانیاں بھی کیں جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں جہاں بھی وہ رہے انہوں نے جماعتیں بھی قائم کیں اور بیعتیں بھی حاصل کیں۔ پس ان کے پروگراموں کے جو تجربات ہیں اور کس طرح انہوں نے اپنے کام کیے اور کس طرح ہم نے اپنے حالات کے مطابق اپنے کاموں کو بہتر بنانا ہے اس بات سے ہمیشہ فائدہ اٹھائیں لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ بے غرض ہو کر بے نفس ہو کر کام کرنا ہے۔

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ مربی اور مبلغ میں دلیری ہونی چاہئے، بہادری ہونی چاہئے۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 70)

تربیتی امور میں بھی اور تبلیغ میں بھی صحیح اسلامی نقطہ نظر بغیر کسی خوف کے بیان کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ مصلحت میں آ کے خاموش ہو گئے یا اس طرح بیان کر دیا جو واضح نہ ہو، اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اس طرح نہیں بلکہ دلیری اور بہادری سے اپنا نقطہ نظر بیان کریں۔

آج کل معاشرے میں بہت سی برائیاں ہیں ان کو حکمت سے اور جرأت سے بیان کرنا اور اصلاح کی کوشش کرنا ہر مربی کا کام ہے۔

بعض دفعہ بعض باتیں بیان کرتے ہوئے ہم جھجکتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔ کہیں غلط بات نہ نکل جائے۔ لوگوں پہ بد اثر نہ ہو جائے۔ اگر آپ کی approach صحیح ہے، اگر آپ حکمت سے کام لے رہے ہیں تو وہی باتیں جو بظاہر کہنی بڑی مشکل ہیں اگر آپ اس طرح کہیں جو براہِ راست کسی پہ حملہ ہوتا ہو تو اس کا منفی اثر نکل سکتا ہے لیکن اگر حکمت سے سمجھایا جائے، جائزہ لیا جائے اور پھر بات کی جائے تو اس کا مثبت اثر ہوتا ہے۔ پس بات جرأت سے بیان کرنی ہے اور حکمت سے بیان کرنی ہے۔ کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔

پھر یہ بات بھی ہر مربی اور مبلغ کیلئے بہت ضروری ہے کہ اپنوں اور غیروں کیلئے اس میں ہمدردی کا جذبہ ہو۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 74)

ان کے درد کو محسوس کرے اور جب ایسی ہمدردی لوگوں کو نظر آتی ہے تو اس شخص سے ایک ذاتی تعلق پیدا ہوتا ہے اور پھر تربیتی امور میں بھی آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور تبلیغی امور میں بھی آسانی پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھیں کہ دنیاوی علوم کی بھی ہر مربی کو واقفیت ہونی چاہئے۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 75)

یہ نہیں کہ صرف دینی علوم حاصل کرتے رہیں۔ دنیاوی کتب بھی پڑھیں۔ اخبار پڑھیں۔ بعض آرٹیکل آتے ہیں وہ پڑھیں۔ حالات حاضرہ کی صورتحال کا بھی علم ہونا چاہئے اور پھر اگر لوگوں کی اصلاح کیلئے ان باتوں کو سامنے رکھ کر کچھ کہنا پڑے تو ان باتوں کو سامنے رکھ کے جب آپ کہیں گے اور جب یہ اگلے کو علم ہوگا کہ اس کو حالاتِ حاضرہ کا بھی علم ہے، اس کو موجودہ زمانے کی باتوں کا بھی علم ہے تو پھر اس کا مثبت اثر ہوتا ہے۔ پھر آپ کی بات لوگوں پہ اثر کرتی ہے۔

پھر یہ بات بھی مربیان کیلئے بڑی اہم ہے کہ ان کو اپنی ظاہری صفائی کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 76)

اور لباس بھی ان کا باوقار ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ کھلنڈروں کی طرح ہو۔ اب طالب علمی کا زمانہ گزر گیا، میدانِ عمل میں آ گئے یا آنے والے ہیں تو آپ کے لباس ایسے ہوں جو باوقار ہوں۔ جب آپ کو بہتر صفائی کی طرف بھی خیال ہوگا، لباس بھی باوقار ہوگا، تو اس سے جہاں اپنی عمومی حالت کو پُروقار رکھنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی وہاں دوسروں پر بھی اسکا اچھا اثر پڑتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مثلاً تبلیغ کرنے کیلئے ان لوگوں میں گھل مل جانے کیلئے ویسا ہونا ضروری ہے۔ ہاں ان کی باتیں سنیں، ان کی باتوں کو ان کے انداز میں ایک رکھ رکھاؤ کے ساتھ بیان ضرور کریں لیکن ان جیسی حرکتیں کرنا، یہ غلط ہے۔

ہم نے دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے، دنیا کو اپنے پیچھے چلانا ہے۔ دنیا کو صحیح اسلامی تعلیم سے آگاہ کرنا ہے اس لیے اپنوں کی تربیت کیلئے بھی اور غیروں میں اسلام کا صحیح پیغام پہنچانے کیلئے بھی ایک مربی اور مبلغ کا باوقار ہونا بہت ضروری ہے اور اسکا اثر ظاہری حالت سے بھی پڑتا ہے۔ جب آپ کی ظاہری حالت اچھی ہو گی تو خود بھی یہ احساس رہے گا کہ میری کچھ حدود ہیں۔ ان حدود کے اندر میں نے رہنا ہے۔ پس اس بات کا خیال رکھیں۔

پھر یہ بھی بہت ضروری بات ہے کہ قناعت کی عادت ڈالیں۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 77)

اپنے ذاتی اخراجات اپنی آمد کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ بہت کم الاؤنس ملتا ہے۔ اس کم سے کم الاؤنس میں گزارہ کرنے کی کوشش کریں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ فضل فرما دیتا ہے، مختلف ذرائع سے کوئی آمد ہو جاتی ہے تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ والدین اگر خیال رکھتے ہیں تو یہ بھی ان کی مہربانی ہے اور اللہ کا فضل ہے لیکن کوئی امید نہیں رکھنی چاہئے۔ کوشش یہ کریں کہ ہم نے اپنی حدود میں رہنا ہے۔ اپنی آمد کے مطابق اپنے اخراجات کرنے ہیں اور یہی بات اپنے بیوی بچوں کے ذہنوں میں بھی ڈال دیں تو پھر ہی آپ کے گھروں کی زندگی بھی پُرسکون ہوگی۔

اور اسی طرح جماعتی اموال کو بھی بڑی احتیاط سے خرچ کرنے کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔

جہاں ذاتی طور پر قناعت پیدا ہو وہاں جماعتی اموال کو بھی احسن رنگ میں خرچ کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو۔ اس سے ایک خاموش اثر افرادِ جماعت پر آپ ڈال رہے ہوں گے کہ یہ جماعتی اموال کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہمیں اس طرف توجہ دلانے والے ہیں اور جب یہ ہوگا تو پھر آپ کی ہر بات کا اثر افراد جماعت پر ہوگا۔

پھر یہ بھی بہت ضروری بات ہے کہ خود پسندی اور خود ستائی نہ ہو۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 78)

کوئی بات آپ کریں، کوئی لیکچر دیں، کوئی تقریر کریں، کوئی کام ایسا کریں جو لوگوں کے فائدے کیلئے ہو اور ان کو پسند آئے تو پھر اس کو اپنے لیے فخر کا ذریعہ نہ بنا لیں۔ کسی قسم کی فخر و مباہات نہیں ہونی چاہئے۔ کسی قسم کی خود پسندی نہیں ہونی چاہئے۔ لوگوں کے سامنے لوگوں کی باتیں سن کے پھر اَور بھی زیادہ اپنے آپ کے اظہار کرنے کیلئے اپنی تعریف نہ کریں، نہ یہ خواہش کریں کہ لوگ میری تعریف کریں۔ نہ کسی رپورٹ میں اس قسم کا اظہار ہو کہ میرے اس کام سے یہ فائدہ ہو گیا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر ضرور کریں کہ یہ کام اس طرح ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور لوگوں پہ اسکا اثر ہوا ورنہ ہم کیا چیز ہیں۔ اگر دوسرے تعریف کرتے ہیں تو ہاں دوسروں کو حق ہے وہ تعریف کریں اور اگر وہ تعریف کریں اور آپ کے سامنے کریں تو زیادہ سے زیادہ استغفار کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔ استغفار کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے کبر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اس وجہ سے ترقی کی بجائے کہیں ہماری روحانیت میں تنزل نہ شروع ہو جائے۔

پھر ایک یہ بھی بہت اہم بات ہے کہ عبادت کی پابندی ہو۔ تہجد کی پابندی ہو۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 79)

ایک مربی اور مبلغ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ باقاعدہ تہجد پڑھنے والا ہو۔ جیسا بھی وقت ہے، جیسے بھی حالات ہیں سوائے اشد مجبوری کے کوشش یہ ہو کہ عام طور پر تہجد پڑھیں۔ نوافل کی طرف توجہ ہو۔ نماز باجماعت کی انتہائی پابندی ہو۔

بعض دفعہ بعض جماعتیں یہ اعتراض کر دیتی ہیں کہ مربی صاحب نے مسجد نہیں کھولی۔ ہم نماز پڑھنے آئے تو مسجد بند تھی یا نماز سینٹر بند تھا۔ یہ اعتراض کبھی کسی مربی پر نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کسی جماعتی کام سے باہر نہیں گئے ہوئے تو جب بھی آپ وہاں موجود ہیں اپنا نماز سینٹر اور مسجد نماز کیلئے کھلی ہونی چاہئے یا کبھی یہ احساس نہ ہو۔ بعض دفعہ یہ بھی شکایت آ جاتی ہے کہ فجر کی نماز پہ مربی صاحب نہیں آئے گو ان کے عذر ہوتے ہیں کہ جی فلاں بیماری تھی یا فلاں وجہ تھی لیکن کبھی کبھار ایسا ہونا تو کوئی بات نہیں لیکن عادتاً ایسا ہو جانا پھر جماعت کے افراد پر بد اثر ڈالتا ہے۔

ہمیشہ یہ احساس رہنا چاہئے کہ دعاؤں اور عبادت کے بغیر ہم کچھ نہیں۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 80)

اور ہمارے جو کام بھی ہیں وہ دعاؤں کے ذریعہ سے ہی ہونے ہیں اور یہی جماعتی ترقی کا ذریعہ ہے۔ یہی تربیت اور تبلیغ کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کیے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کیلئے عبادت بہت ضروری ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔ ذکر الٰہی بہت ضروری ہے۔ اس طرف سب کو توجہ رکھنی چاہئے۔

پھر یہ بھی مبلغ اور مربی کی خصوصیت ہونی چاہئے کہ اس میں انتظامی قابلیت بھی ہو۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 80)

صرف اپنے دینی مسائل کو حل کرنے کا ملکہ نہ ہو بلکہ انتظامی قابلیت بھی ہو۔ جماعتی قواعد کا بھی پتا ہو۔ جماعتی قواعد خود پڑھیں تو سمجھ آئے گی۔ جہاں سمجھ نہیں آتی وہاں بالا عہدیداروں سے پوچھیں۔ اور جماعتی روایات کا بھی علم ہونا چاہئے۔

اس کیلئے خلفاء کی تقریریں، خطبات، مضامین وغیرہ پڑھیں، اس سے بہت سارا علم ہو جاتا ہے تبھی افراد جماعت کی آپ صحیح راہنمائی کر سکتے ہیں اور یہ بھی کوشش ہو کہ افرادِ جماعت میں سے خاص طور پر نوجوانوں میں سے ایسے افراد کو آپ نے چننا ہے اور ان کی تربیت کرنی ہے جن میں انتظامی معاملات سیکھنے کی صلاحیت ہے۔ پھر ان کی جماعتی روایات اور قواعد

کے مطابق تربیت کریں تا کہ جماعت کو کام کرنے والے آئندہ نسل میں میسر آتے رہیں۔ یہ بہت ضروری چیز ہے۔ اگر اپنے عہدیدار صحیح ٹریننگ نہیں بھی دے رہے تو مربیان ایسے نوجوانوں کو اپنے ساتھ لگا کر صحیح تربیت کر سکتے ہیں تا کہ نوجوانوں کو جماعتی قواعد کا بھی علم ہو اور جماعتی روایات کا بھی علم ہو اور ان کو پتا ہو کہ ہم نے کس طرح آگے نظامِ جماعت کو سنبھالنا ہے۔ یہ ٹریننگ دینا بھی مربیان کا کام ہے۔

یہ بات بھی ہمیشہ مربی اور مبلغ کو سامنے رکھنی چاہئے کہ آج کل کے ماحول میں جو غلط باتیں راہ پا رہی ہیں، ان کے اپنے جو دنیا دار لوگ ہیں وہ بھی اس پہ اظہار خیال کرتے ہیں اور فکر کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں دنیاوی رجحان رکھنے والے ہیں جو آپ کی دینی دلیل سے قائل نہیں ہوتے، آپ کی باتوں سے قائل نہیں ہوتے۔ کہتے ہیں تمہیں کیا پتا دنیا میں یہ ہو رہا ہے، یہ ہو رہا ہے۔ ان کو ان دنیا داروں کی دلیلوں سے سمجھائیں کہ خود یہ لوگ اب بعض باتوں کو تسلیم کر رہے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ سکولوں میں بچوں کو، چھوٹے بچوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے اسکے بارے میں خود ان کے اپنے لوگ آواز اٹھانے لگ گئے ہیں۔ عورتوں کے حقوق ہیں ان کے بارے میں ان کے اپنے لوگ آواز اٹھانے لگ گئے ہیں۔ mixed gathering ہے ان کے بارے میں لوگ آواز اٹھانے لگ گئے ہیں۔ شراب کا استعمال ہے اسکے بارے میں اب نئے مضمون آنے لگ گئے ہیں کہ پہلے یہ کہتے تھے کہ جی ہفتے میں ایک دفعہ پی لو تو کوئی ہرج نہیں۔ اب گذشتہ دنوں ایک آرٹیکل آیا تھا۔ میڈیکلی (medically) یہ بھی انہوں نے ایک ریسرچ میں ثابت کیا کہ مکمل طور پر شراب کو ترک کرنا چاہئے کیونکہ یہ نقصان پہنچاتی ہے۔ تو بہت ساری باتیں ہیں جن کا علم آپ کو ہوتا ہے اس لیے دنیاوی طور پر بھی اس لحاظ سے اپنے علم کو بڑھانے کی کوشش کریں گے تو یہ تبلیغ اور تربیت کیلئے آپ کو فائدہ دے گی۔ یہ بات میں نے پہلے بھی کہی ہے کہ اپنی علمی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ یہ کبھی خیال نہ لائیں کہ میرا دینی علم بہت ہے اور میں ہر بات کا جواب دے سکتا ہوں۔

جہاں دنیاوی علم کو بڑھانے کی کوشش کریں وہاں دینی علم کو بھی بڑھاتے چلے جائیں۔ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے۔ یہ دینی علم کے حاصل کرنے کی کوئی حد نہیں ہے۔ علم تو حدیث میں آیا ہے کہ قبر تک حاصل کرتے چلے جاؤ۔ (تفسیر روح البیان، جزء 5، صفحہ 275، تفسیر سورۃ الکھف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2018ء) پس علم کو بڑھانے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

پھر علم کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ نئے اعتراضات جو اسلام پر ہوتے ہیں، اعتراضات تو پرانے ہی ہیں لیکن مختلف رنگوں میں، مختلف طریقوں سے دجالی چالوں کی وجہ سے ان کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے جواب دینے کی کوشش بھی ہر ایک کو کرنی چاہئے۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 81) اس کیلئے تیاری کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ان کے جواب تیار کریں۔ دعا کر کے ان کے جواب دینے کی کوشش کریں۔ دوسروں سے معلومات لے کر ان کے جواب دینے کی کوشش کریں۔ مختلف قسم کی کتابیں پڑھ کے ان کے جواب دینے کی کوشش کریں۔ بہرحال علم کو ہر لحاظ سے بڑھانے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہئے تا کہ معترضین کے اعتراضات کے جواب آپ خود دے سکیں۔

یہ نہیں کہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ تبلیغ کے میدان میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ کس شخص سے، کس دلیل سے بات کرنی ہے۔ ہر ایک سے ایک اصول سے بات نہیں کی جاسکتی۔ پہلے اس کی بیماری کو پکڑ کر پھر تبلیغ کرنی چاہئے۔ جو شخص مذہب کو ہی نہیں مانتا اس کو باقی مذاہب پر اسلام کی برتری بتانے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ کہتا ہے جو بھی مذہب ہو مجھے اس سے کیا؟ پہلے اس کو مذہب کی اہمیت کا قائل کرنا ہوگا۔ اسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل نہیں پہلے اسے عقلی اور علمی دلائل سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل کرنا ہوگا۔ بہرحال میدان عمل میں جو تجربات ہوں، جو مشکلات ہوں ان کے حل کرنے کیلئے علمی اور عقلی دلائل تلاش کرنے اور خود دعا کر کے پھر اس بارے میں محنت کرنا بھی ایک مربی کا کام ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ دوسروں کیلئے قربانی کا مادہ بھی مربی میں بہت زیادہ ہونا چاہئے۔ (ماخوذ از زریں ہدایات (برائے مبلغین) جلد اوّل، صفحہ 89)

یہ عمل دوسروں کو آپ کے قریب لائے گا اور آپ کی باتوں میں تاثیر پیدا کرے گا۔ جب یہ پتہ ہو کہ مربی ہمارے لیے کس طرح درد، ہمدردی کا درد جیسا پہلے بیان ہو گیا رکھتا ہے تو صرف ہمدردی نہیں بلکہ اب ہمدردی کو آگے چلانے کیلئے یہاں قربانی کی بات ہے۔ قربانی بھی کرنی ہوگی۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھیں کہ تبلیغ کے مواقع آپ نے خود تلاش کرنے ہیں۔ بعض کہہ دیتے ہیں کہ یہاں تو تبلیغ کے مواقع نہیں۔ لوگ ہماری بات نہیں سنتے۔ ہم کس طرح تبلیغ کریں۔ اپنے ماحول کے مطابق دیکھیں کہ کس طرح تبلیغ کرنی ہے۔ بعض دفعہ انفرادی طور پر تعلق بنا کر تبلیغ کی جاتی ہے۔ بعض دفعہ مختلف موضوعات پر سیمینار منعقد کر کے جماعتی نظام کے تحت تبلیغ کے رستے کھولے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ بعض اسلامی تعلیم کے مطابق دنیاوی مسائل کے حل کیلئے مختلف پمفلٹ بنا کے بھی تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بروشرز (brochures) جو لوگوں کے سامنے جب آئیں گے تو پھر وہ غور کریں گے کہ یہ حل پیش کرنے والے کون لوگ ہیں؟ اس سے پھر آگے رستے کھلتے چلے جائیں گے۔ مختلف لوگ جن کو تبلیغ کا شوق ہے وہ بہت سے طریق اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح سوشل میڈیا ہے، اس پر اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں چھوٹے چھوٹے اقتباسات لکھ کر بعض لوگ ڈال دیتے ہیں۔ وہ بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے۔ بہرحال مختلف راستے ہیں جو خود تلاش کریں۔ کن رستوں سے ہم لوگوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ کس طرح ہم تبلیغ کے کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ کس طرح ہم اسلام کے پیغام کو لوگوں کے کانوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ آواز دینا ہمارا کام ہے۔

”جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 137)

جماعت کی اخلاقی اور علمی ترقی اور اسکے معیار کو بلند کرنا بھی مربی کی ذمہ داری ہے۔

اس بارے میں بھی جائزہ لے کر اور متعلقہ سیکرٹریان کو مسلسل توجہ دلا کر مربی کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور سب سے بڑھ کر جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ دعا کی طرف خاص توجہ دیں۔

ہمارے کام اپنی طرف سے جو وسائل میسر ہیں ان کو استعمال کر کے اور ہمارے پاس جو علم ہے اس کو استعمال کر کے اور ہمارے سے جو کوئی کوششیں ہو سکتی ہیں ان کو بروئے کار لا کر، اسکے بعد پھر دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے ان کے بہتر نتائج کی دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ سے اگر اس طرح ہم مانگیں گے تو یقیناً ہمارے کاموں میں برکت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر کام میں برکت ڈالے۔ آپ کو میدان عمل میں بھی کامیابیاں عطا فرمائے۔

جہاں جہاں جس جس مربی کو لگایا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسکو وہاں بہتر رنگ میں، احسن رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور آپ سب کو خلافت کا سلطانِ نصیر بنائے اور حقیقت میں آپ وہ بن جائیں جو اللہ تعالیٰ ایک واقف زندگی سے چاہتا ہے، جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواہش کی اور جو ایک پاک نمونہ بن کر دنیا میں انقلاب پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا کر لیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 11 رنومبر 2023ء)

بقیہ سیرت خاتم النّبیینؐ از صفحہ 7

ہیں اور ٹھیک جس طرح اس جسمانی عالم میں محققین اور سائنس دان اپنی اپنی اہلیت اور اپنی اپنی تحقیق کے مطابق علوم کے جواہر نکالتے رہتے ہیں اسی طرح قرآن کے روحانی عالم کے سمندر میں غوطہ لگانے والوں کیلئے بھی کسی زمانہ میں روحانی موتیوں کی کمی نہیں رہی اور نہ آئندہ ہوگی۔ اور یہ بات قرآن کریم کے سب سے بڑے معجزوں میں سے بڑا معجزہ ہے کہ اسکے الفاظ اور اسکی ترتیب کو ایسے طور پر رکھا گیا ہے کہ وہ باوجود حجم میں ساری آسمانی کتابوں میں سے چھوٹا ہونے کے اپنے اندر روحانی علوم کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ رکھتا ہے جو حسب تحقیق محققین اور حسب ضرورت زمانہ ہمیشہ ظاہر ہوتے رہے ہیں اور ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں گے اور یہی وجہ ہے کہ اسکی ترتیب کو عام کتب کی طرح معین مضمون کے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے بابوں اور فصلوں اور پیروں وغیرہ کی صورت میں نہیں رکھا گیا کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو اسکے معانی کی ساری وسعت کھوئی جاتی اور اسکا مفہوم ایک محدود اور معین صورت اختیار کر کے اپنی ظاہری اور بدیہی صورت میں بالکل مقید ہو جاتا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ قرآن شریف اس بات کا مدعی ہے کہ اسکے اندر علوم کے بے انتہا خزانے مخفی ہیں جو ہمیشہ بقدر ضرورت ظاہر ہوتے رہیں گے اور اس کی تحقیق کا میدان کبھی ختم نہیں ہوگا اور قرآن کی یہ حیثیت اور اسکے نزول کی یہ غرض یقینا فوت ہو جاتی اگر اسکی ترتیب کو عام کتب کی طرح بابوں اور فصلوں وغیرہ میں مضمون وار تقسیم کر کے ایک ٹھوس صورت میں جکڑ دیا جاتا۔ پس جہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن ایک نہایت مرتّب اور منظم کتاب ہے اور یہ بالکل غلط ہے کہ اس میں کوئی ترتیب نہیں ہے وہاں یہ بات بھی کبھی نہیں بھولنی چاہئے کہ اس کی ترتیب عام کتب کی طرح نہیں ہے بلکہ اس جسمانی عالم کے اصول پر ہے جس میں معانی کی بے شمار گہرائیاں مخفی ہیں اور ان گہرائیوں میں ربط و اتحاد کی لاتعداد زنجیریں ایک جال کے طور پر پھیلی ہوئی ہیں جن سے ہر شخص اور ہر زمانہ اپنی کوشش اور اپنی استعداد اور اپنی ضرورت اور اپنے حالات کے مطابق فائدہ اٹھاتا اور اٹھا سکتا ہے۔ ہمارا یہ مختصر نوٹ اس جگہ بے شک ایک دعویٰ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا مگر افسوس ہے کہ اس تاریخی تصنیف میں اس وسیع اور علمی مضمون کیلئے اس مختصر اشارے سے زیادہ کی گنجائش نہیں ورنہ اس دعویٰ کے ثبوت میں دلائل کا ایک سورج چڑھایا جاسکتا ہے۔ اب ہم اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 534 تا 539، مطبوعہ قادیان 2011)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے
اور اس مہینے اللہ سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں رہتا

(مجمع الذوائد، کتاب الصیام باب فی شہور البرکۃ)

طالب دعا : سید وسیم احمد و افراد خاندان (جماعت احمدیہ سورو ضلع بالاسور، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رمضان آ گیا ہے اور اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں
اور جہنم کے دروازے مقفل کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو اس میں زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے

(الترغیب والترھیب، کتاب الصوم، الترغیب فی صیام رمضان)

طالب دعا : شیخ صادق علی و افراد خاندان (جماعت احمدیہ تالبرکوٹ، صوبہ اڈیشہ)

دعائیں کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ نمازیں ہیں اور یہ نمازیں اور دعائیں ہی ہیں جو ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر رہی ہیں

خدا تعالیٰ سے قرب میں بڑھتے چلے جائیں تا کہ دنیا میں شیطان کی حکومت کا جلد خاتمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے مقربین کی حکومت دنیا میں قائم ہو

آپ نے اپنے ہم قوموں کے دل جیتنے ہیں تا کہ انہیں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر سکیں
اور اس کیلئے سب سے پہلے اپنے آپ کو اس قابل بنانا ہوگا کہ اپنی نمازوں اور عبادتوں کی حفاظت کریں

اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد ہم نے اپنے اندر ایک انقلابی تبدیلی پیدا کرتے ہوئے اپنے تعلق کو اُس زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے خدا سے نہ جوڑا تو ہمارا یہ دعویٰ بے معنی ہے، ہماری یہ بات غلط ہوگی کہ ہم اپنی تبلیغ کو ہر شخص تک پہنچا کر اس کو خدا تعالیٰ کے قریب لے کر آئیں گے

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا 2023ء کے موقع پر سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خصوصی پیغام

’’مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا کو اپنا سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور نیک نتائج سے نوازے۔ آمین۔

مجھ سے اس موقع پر پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ آپ تعلق باللہ میں ترقی کریں جس کا بہترین ذریعہ نماز اور دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: ’’اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔‘‘
(سورۃ البقرۃ آیت 187)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں: ’’اللہ جل شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کیلئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 438)

لیکن یاد رکھیں کہ دعاؤں کی قبولیت کیلئے بھی پہلے اپنی حالتوں کو بدل کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم بڑھانا ضروری ہے، جہاد کرنا ضروری ہے۔ بندے نے جہاد کی انتہا کیا کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے پر اتنا مہربان ہے کہ اس کی ذرا سی کوشش کو ہی وہ اس کا جہاد سمجھ کر نواز دیتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری طرف ایک قدم چل کر آتا ہے تو میں دو قدم چل کے آتا ہوں، اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ جب وہ چل کر میری طرف آ رہا ہوتا ہے، تیز چل کے آ رہا ہوتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، حدیث 6833)

پس ہمیں اس لحاظ سے اپنے جائزے لینے چاہئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نور سے فیض پا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عطا فرمایا تھا، اپنے صحابہ میں، اپنے ماننے والوں میں، اپنے بیعت کرنے والوں میں کیا انقلاب عظیم پیدا کیا تھا۔ اس بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے...... مَیں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔‘‘ (انجام آتھم، روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ 315)

درحقیقت انسان کے اس دنیا میں آنے کا یہی مقصد قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی بعثت کا بہت بڑا مقصد یہی بتایا ہے کہ بندے اور خدا میں ایک زندہ تعلق قائم کیا جائے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد ہم نے اپنے اندر ایک انقلابی تبدیلی پیدا کرتے ہوئے اپنے تعلق کو اُس زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے خدا سے نہ جوڑا تو ہمارا یہ دعویٰ بے معنی ہے۔ ہماری یہ بات غلط ہوگی کہ ہم اپنی تبلیغ کو ہر شخص تک پہنچا کر اس کو خدا تعالیٰ کے قریب لے کر آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت ﷺ کی غلامی میں بھیجا ہے جن کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کو مسلمان بھلا بیٹھے ہیں اسے حقیقی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرو تا کہ دنیا بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم کے حسن سے آشنا ہو اور خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنے والی بنے۔ ہم احمدی جو اتنے بڑے دعویٰ کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں تو ہمارا سب سے پہلا فرض بنتا ہے کہ اس خدا کے آگے جھکنے والے بنیں، اس سے دعائیں کریں۔ اور دعائیں کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ نمازیں ہیں اور یہ نمازیں اور دعائیں ہی ہیں جو ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر رہی ہیں۔ دیکھیں وہ کون سی دنیاوی طاقت تھی جنگ اُحد میں، جنگ بدر میں، جنگ احزاب میں جس نے مدد کی۔ آنحضرت ﷺ کی وہ دعائیں ہی تھیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور فتح عطا فرمائی اور پھر آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کی وجہ سے صحابہ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا جس نے ان کے ایمانوں کو مضبوط کیا۔ پس یہ اُسوہ آنحضرت ﷺ نے ہمارے سامنے قائم فرما دیا کہ اسلام کی فتح کسی طاقت سے نہیں بلکہ دعاؤں سے ہونی ہے اور ہوئی ہے۔ طاقت سے ملک تو فتح ہو جاتے ہیں دل نہیں جیتے جاتے۔ پس آپ نے اپنے ہم قوموں کے دل جیتنے ہیں تا کہ انہیں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر سکیں اور اس کیلئے سب سے پہلے اپنے آپ کو اس قابل بنانا ہوگا کہ اپنی نمازوں اور عبادتوں کی حفاظت کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ’’اعلیٰ درجے کی خوشی خدا میں ملتی ہے۔ جس سے پرے کوئی خوشی نہیں ہے...... اس لئے بہشت کے اعظم ترین انعامات میں رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ (التوبۃ: 72) ہی رکھا ہے۔ انسان انسان کی حیثیت سے کسی نہ کسی دکھ اور تردّد میں ہوتا ہے، مگر جس قدر قرب الٰہی حاصل کرتا جاتا ہے اور تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰہِ سے رنگین ہوتا جاتا ہے، اسی قدر اصل سکھ اور آرام پاتا ہے۔‘‘
(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 396، ایڈیشن 1988ء)

فرمایا کہ ’’بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔ دُعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 45، ایڈیشن 1988ء)

پس قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے نمازوں کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے اور وہ حق تبھی ادا ہوگا جب اس کی ادائیگی باقاعدہ کی جائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس طرح کی جائے۔

پس میرے عزیزو! خدا تعالیٰ سے قرب میں بڑھتے چلے جائیں تا کہ دنیا میں شیطان کی حکومت کا جلد خاتمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے مقربین کی حکومت دنیا میں قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دعاؤں کے کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں میں شامل ہونے کی بھی توفیق عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوتے ہیں۔ آمین‘‘
(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 18/اکتوبر 2023ء)

شادی بیاہ پر فضول خرچی کرنے سے بچو!

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

شادی بیاہ پر فضول خرچی کرنے سے بچو۔ صرف دکھاوے کیلئے اپنی بیٹی کا جہیز نہ بناؤ بلکہ ضرورت کے مطابق بناؤ۔ اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو جہیز لے کر جانے والی بچیاں ہی بعض دفعہ ظالم خاوندوں کے ہاتھوں یا ظالم سسرال کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے ہمیشہ اللہ کا فضل مانگنا چاہئے۔ صرف جہیز پر انحصار نہیں۔ دعاؤں کے ساتھ بچیوں کو رخصت کرنا چاہئے نہ کہ اپنی دولت اور لڑکی کے جہیز یا فلیٹ یا مکان جو اس کو دیا گیا ہے اس پر انحصار کرتے ہوئے، اس پر گھمنڈ کرتے ہوئے۔ کبھی کسی غریب یا اپنے سے کم پیسے والے کی بچی کی رخصتی کو تحقیر کی نظر سے کبھی نہ دیکھیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل شامل ہوں گے تبھی بچیاں بھی اپنے گھروں میں خوش رہیں گی، آباد رہیں گی۔

(جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ 2004ء میں خواتین سے خطاب، مطبوعہ روزنامہ الفضل 17/مارچ 2005ء)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ (رمضان) تنویر قلب کیلئے عمدہ مہینہ ہے
کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں، صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 561، ایڈیشن 1988ء)

طالبِ دُعا: صبیحہ کوثر و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بھونیشور، صوبہ اڈیشہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تُو خدا پر بدظن نہ ہو کہ ا
س نے میری دعا نہیں سنی، وہ تو ہر ایک کی دعا سنتا ہے

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 67، ایڈیشن 1988ء)

طالبِ دُعا: جے عظیم احمد ولد مکرم جے وسیم احمد صاحب امیر ضلع محبوب نگر (صوبہ تلنگانہ)

علم حاصل کرو، جب علم حاصل کروگے توتمہارے اندر بات کوسمجھنے کی زیادہ صلاحیت پیدا ہوگی

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اپنا علم بڑھانے کی کوشش کرو اور قرآن کریم میں اللہ کے جو حکم ہیں ان کو سمجھنے کی کوشش کرو

ایمان مضبوط کرنے کیلئے ضروری ہے کہ تمہیں پتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہے، اگر ایمان ضائع ہو رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ صحیح نہیں ہے

درّ ثمین کی نظمیں پڑھا کرو اور کلام محمود کی نظمیں پڑھو، تمہارا اس سے ایمان بھی بڑھے گا

اگر کرٹسی دکھانے کیلئے عزت دینے کیلئے ہلکا سا سر آگے جھکا دیا یا ذرا سا کمر کو بھی جھکا دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ کوئی شرک نہیں ہے

لاہوری جماعت تو کچھ عرصہ کے بعد آہستہ آہستہ ختم ہوتے ہوتے اب بالکل ختم ہی ہو چکی ہے

لیکن جماعت احمدیہ جو خلافت کے ساتھ تھی جس کا خلافت سے تعلق تھا وہ بڑھ رہی ہے اور بڑھتی چلی جارہی ہے اور اب دُنیا کے دو سو بارہ ملکوں میں پہنچ چکی ہے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ناصرات الاحمدیہ جرمنی کی آن لائن ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 19 فروری 2022ء کو (10 سے 12 سال کی) ناصرات الاحمدیہ جرمنی سے آن لائن ملاقات فرمائی۔ حضور انور نے اس ملاقات کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیوز سے رونق بخشی جبکہ ناصرات نے اس آن لائن ملاقات میں بیت السبوح فرانکفرٹ جرمنی سے آن لائن شرکت کی۔ ملاقات کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد ناصرات کو حضور انور سے سوالات پوچھنے کا موقع ملا۔

ایک ناصرہ نے سوال کیا کہ کیا جماعت کی کتب نابینا لوگوں کیلئے برائل Braille میں مہیا ہوں گی؟

حضور انور نے فرمایا کہ ہاں انشاء اللہ۔ وقت آئے گا جس طرح جماعت ترقی کر رہی ہے یہ بھی مہیا ہو جائیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضور انور نے استفسار فرمایا کہ تمہیں قرآن کریم پڑھنا آتا ہے؟

عزیزہ نے بتایا کہ اسے قرآن کریم پڑھنا آتا ہے نیز وہ حفظ بھی کر رہی ہے۔ حضور انور نے فرمایا: اچھا ماشاء اللہ۔ نیز فرمایا کہ وقت آئے گا تو مہیا ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی تو پرنٹ میں بھی پوری طرح نہیں آئیں۔ انشاء اللہ کوشش کریں گے۔

ایک ناصرہ نے عرض کی کہ انسان ہر کام حکمت سے کرنے کیلئے حکمت کیسے سیکھ سکتا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حکمت کیا چیز ہے؟ حکمت ہوتی ہے عقل۔ اپنی عقل کو استعمال کرو۔ علم حاصل کرنے سے عقل بڑھتی ہے۔ علم بھی حاصل کرو اور جب علم حاصل کروگے تو تمہارے اندر بات کو سمجھنے کی زیادہ صلاحیت پیدا ہوگی اور جب کسی چیز کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے پھر اسکا جواب بھی حکمت سے دینے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے حکمت یہ ہے کہ ماحول کے مطابق عقل سے جواب دینا۔ اگر کوئی تمہارے سے لڑ رہا ہو، اس کا جواب اگر تم سختی سے دو اور سخت لہجے میں دو اور وہ ناراض ہو جائے اور تمہارے سے لڑائی کرنے لگ جائے تو وہ حکمت نہیں ہے لیکن وہی جواب اگر تم نرمی سے دو اور پیار سے اور سمجھا کر دو تو وہ حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عقل دی ہوئی ہے اس سے فیصلہ کرنا چاہئے کہ میں نے اسکا جواب کس طرح دینا ہے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تمہارا علم بھی اچھا ہو۔ اگر تم زبردستی کسی کو کہو کہ دیکھو تم پردہ نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ کے حکموں پہ عمل نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے گا جہنم میں ڈالے گا۔ اس کو غصہ آجائے گا کہ تم کون ہوتی ہو مجھے اس طرح کہنے والی۔ اللہ نے میرا فیصلہ کرنا ہے۔ میرا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اگر یہی بات کسی کو پیار سے کہو کہ میں تو پردہ اس لیے کرتی ہوں، حجاب اس لیے لیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس پہ عمل کرو تو میں تو اپنے دین کی تعلیم پر عمل کرنے کیلئے کرتی ہوں تو یہ حکمت سے اسے سمجھا بھی دیا اور لڑائی بھی نہیں ہوئی۔ حکمت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عقل استعمال کرتے ہوئے کسی بات کا جواب دینا جس سے نتیجہ بہتر نکلے لیکن ڈر جانا حکمت کا مطلب نہیں ہے۔ اگر کوئی تمہیں کہے کہ تم احمدی ہو اور تم کہو کہ نہیں حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ وہاں لوگ مذاق اڑائیں گے تو میں کہہ دوں کہ احمدی نہیں ہوں۔ تو یہ حکمت نہیں۔ کہو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اللہ میاں نے توفیق دی کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے زمانے کے امام کو مان لیا۔ تو یہ جواب ہے۔ حکمت کا مطلب خوف بھی نہیں ہے حکمت کا مطلب یہ ہے کہ عقل سے ایک ایسا جواب دینا جس کا برا نتیجہ نہ نکلے لیکن جہاں ایمان کا سوال آتا ہے وہاں ایمان کو نہیں چھپانا، وہاں ڈر کے مارے خوف زدہ ہو کے نہیں کہنا کہ یہ حکمت تھی کہ میں نے ڈر کے مارے کہہ دیا کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ یا نماز کا وقت آیا تو میں نے کہہ دیا کہ کوئی بات نہیں ہم نماز نہیں پڑھتے۔ ایسی باتیں نہیں ہیں۔ جہاں دین کا معاملہ ہے وہاں غیرت دکھانی ہے۔ جہاں کسی بات کو کرنے کا معاملہ ہے، دوسرے کو سمجھانے کا معاملہ ہے وہاں حکمت سے بات کرنی ہے۔

ایک ناصرہ نے سوال کیا کہ مشکل وقت سے انسان کیسے گزر سکتا ہے جب اس کو محسوس ہو رہا ہو کہ وہ اپنا ایمان کھو رہا ہے اور وہ ایمان کو کیسے واپس حاصل کر سکتا ہے؟ حضور انور نے فرمایا کہ اگر ایمان ضائع ہو رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ایمان مضبوط کرنے کیلئے ضروری ہے کہ تمہیں پتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے تو غیب پر ایمان ہونا چاہئے۔ یہ یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اسکے ہاتھ میں سب طاقتیں ہیں پھر وہ کس طرح ہے اسکی تلاش کرو۔ کل ہی میں نے خطبہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا تھا کہ وہ گیارہ سال کے تھے تو ان کو خیال آیا کہ میں کیوں احمدی ہوں، پھر میں کیوں مسلمان ہوں، میں کیوں اللہ تعالیٰ پر یقین کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے سوچنا شروع کیا اور ایک رات اللہ تعالیٰ نے ان کو سکھانا تھا اس لیے آسمان پہ چمکتے ہوئے ستارے دیکھ کے ہی ان کو پتہ لگ گیا کہ دیکھو یہ جو ستارے ہیں اسکے پیچھے اَور ستارے ہیں، سیارے ہیں، کائنات ہے، ایک کائنات کے بعد دوسری کائنات ہے اتنی لاکھوں کائناتیں ہیں، سائنسدان کہتے ہیں ہمیں پتا ہی نہیں کتنی کائناتیں ہیں۔ تو جب ان کو پتا نہیں ہے، لامحدود ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طاقت بھی اسی طرح لامحدود ہے۔ پھر جب یہ پتا لگ جائے کہ اللہ تعالیٰ ہے تو پھر یہ بھی پتا لگنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو ہماری اصلاح کیلئے نبی بھیجتا ہے وہ بھی سچے ہیں اور پھر اس زمانے میں جو آنحضرت ﷺ کو بھیجا۔ اگر تم دیکھو قرآن کریم میں بہت ساری پیشگوئیاں ہیں۔ لوگ نماز نہیں پڑھتے، اللہ سے رو رو کر اپنے ایمان کی مضبوطی کیلئے دعا نہیں کرتے تو پھر تو ایمان ضائع ہی ہوتا ہے۔ پھر اگر قرآن کریم نہیں پڑھتے اور قرآن کریم کو سمجھ کر نہیں پڑھتے اس میں سے حکم نہیں نکالتے جو ایمان کو مضبوط کرنے والے ہوں تو پھر بھی ایمان کمزور ہوتا ہے۔ پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بہت سارا لٹریچر دیا ہے۔ اس میں جو آسان آسان باتیں ہیں ایمان مضبوط کرنے کیلئے اگر ہم وہ پڑھیں تو ہمارا علم بڑھے گا اور علم کے ساتھ ہمارا ایمان بھی بڑھے گا تو یہ چیز تو محنت سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہی کہا ہے وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا جو میرے رستہ میں جہاد کرتے ہیں ان کو میں صحیح رستہ دکھاتا ہوں۔ تو جہاد کا مطلب یہی ہے کوشش کرنی پڑتی ہے ایمان کو لانے کیلئے اور کوشش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اپنا علم بڑھانے کی کوشش کرو اور قرآن کریم میں اللہ کے جو حکم ہیں ان کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ بارہ سال کی عمر میں یہ کوشش کرنی شروع کر دینی چاہئے۔

ایک ناصرہ نے سوال کیا کہ وہ کونسی نظم ہے جو آپ کو بہت پسند ہے اور آپ اکثر سنتے ہیں؟ حضور انور نے فرمایا کہ ہر نظم جو اچھی پڑھی ہوتی ہے مجھے اچھی لگتی ہے۔ باقی سب سے اچھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظمیں ہیں۔ کلام محمود کی بہت ساری نظمیں ہیں۔ درّ عدن کی نظمیں ہیں اور بہت سارے شاعروں کی نظمیں ہوتی ہیں۔ کسی دن کسی چیز کا موڈ (mood) ہو جاتا ہے کبھی سننے کا اگر وقت ملے تو، اکثر بیٹھ کر نظمیں سننے کیلئے وقت ہی نہیں ملتا۔ تم کون سی نظم سنتی ہو؟ عزیزہ نے عرض کی کہ بہت ساری سنتی ہوں جیسے ''خلیفہ کے ہم ہیں'' یا ''خلیفہ دل ہمارا ہے۔''

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درّ ثمین کی نظمیں پڑھا کرو اور کلام محمود کی نظمیں پڑھو، تمہارا اس سے ایمان بھی بڑھے گا۔ عارضی جوش پیدا کرنے کیلئے نظمیں جو ہوتی ہیں وہ تو ہیں لیکن ایمان بڑھانے کیلئے زمانے کے امام مسیح موعود علیہ السلام کا کلام اور پھر خلفاء کا کلام بھی پڑھنا چاہئے۔ اس سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔

ایک عزیزہ نے عرض کیا کہ جاپان، کوریا اور چین میں سلام کرتے وقت جھکتے ہیں۔ کیا اگر ہم ادھر جائیں تو اس طرح جھکنا شرک کہلائے گا کیونکہ انسان کے سامنے جھکنا جائز نہیں ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا ایک tradition ہے۔ ان کا سلام کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ وہ یوں سر جھکا کر سلام کرتے ہیں۔ ہمارے ایشیا میں بھی رواج ہے، پاکستان میں بھی، انڈیا میں بھی کہ ہم بعض دفعہ سینے پہ ہاتھ رکھ کے یوں جھک کے سلام کر دیتے ہیں۔ السلام علیکم کہتے ہیں، ساتھ سینے پہ ہاتھ رکھ کے کہہ دیتے ہیں تو وہ کوئی شرک تو نہیں ہوتا۔ ویسے بھی ان کی tradition ہے، ان کا سلام کا طریقہ ہے وہ یوں جھکتے ہیں، کوئی عبادت کیلئے نہیں جھکتے۔ وہ اگلے کو خدا سمجھ کے تو نہیں جھک رہے ہوتے کہ اس سے میں نے کچھ لینا ہے یا مانگ رہا ہوں۔ وہ تو ایک کرٹسی (courtesy) کا اظہار ہے جو دکھائی جا رہی ہے کہ کس طرح ہم آپ کو عزت دیتے ہیں، احترام دیتے ہیں اور سلام کا ایک طریق ہے۔ جاپان وغیرہ اور بہت ساری جگہ جب عورتیں سلام کرنے کیلئے آتی تھیں تو میں عورتوں سے ہاتھ تو نہیں ملاتا تو میں جھک کے ذرا سا آگے ہو کے السلام علیکم کہہ دیتا ہوں اس سے ان کو ہو جاتا ہے کہ ہماری عزت افزائی ہو گئی۔ تو اصل چیز تو یہ ہے کہ اگلے کی عزت کرنا اور ایک اصول یاد رکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر تمہاری نیت کسی کے سامنے جھکنے کی اس لیے ہے کہ تم اس سے مانگو اور اسکو خدا سمجھ رہی ہو تو وہ شرک ہے اگر صرف یہ کرٹسی ہے اور ایک کرٹسی دکھانے کیلئے اس کو عزت دینے کیلئے یوں کر کے ہلکا سا سر آگے جھکا دیا یا ذرا سا کمر کو بھی جھکا دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ کوئی شرک نہیں ہے۔

پھر ایک عزیزہ نے سوال پوچھا کہ لاہوری جماعت ہم سے علیحدہ کیوں ہوئی تھی؟ حضور انور نے فرمایا کہ فرق یہ ہے کہ لاہوری جماعت والے لوگ کہتے تھے حضرت خلیفہ اول کے زمانے میں بھی یہی ان کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ خلافت انجمن کے ماتحت ہونی چاہئے اور انجمن کے افسران کہتے تھے ہم جماعت کو چلائیں۔ سارے فائدے اٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا تھا کہ خلیفہ وقت کو اللہ تعالیٰ نے کل اختیارات دیے ہیں اور یہی اسلامی طریقہ ہے تو خلیفہ انجمن کے ماتحت نہیں ہو سکتا۔ خیر اس وقت تو انہوں نے حضرت خلیفہ اول کے چھ سال کا زمانہ برداشت کر لیا لیکن پھر جب خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوا تو پھر جو بڑے بڑے مولوی جماعت کے عہدیدار تھے۔ انہوں نے کہا خلافت نہیں ہونی چاہئے اور ان کو یہ شک تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ منتخب ہو جائیں گے اس لیے انہوں نے شور مچا دیا کہ ہم خلافت نہیں مانتے۔ حضرت مرزا بشیر الدین خلیفہ ثانی نے کہا کہ خلافت تو بہرحال ہونی چاہئے۔ تمہیں اگر یہ شک ہے کہ میں خلیفہ بنوں گا تو مجھے خلیفہ بننے کی کوئی خواہش نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو تو تمہارے میں سے کسی ایک کو ہم خلیفہ مان لیتے ہیں لیکن خلافت ہی ہوگی جس پہ ہم اکٹھے ہو جائیں، چاہے وہ مولوی محمد علی صاحب ہوں یا کوئی اَور ہو کسی ایک کو ہم خلیفہ مان لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں نہیں ہمیں پتا ہے کہ جماعت والوں نے آپ کو ہی بنانا ہے تو اس لیے انہوں نے خلافت سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے تو یہ وعدہ کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت قائم ہوگی اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رسالہ الوصیت میں جو وصیت کی سکیم شروع فرمائی ہے اس وقت اس میں بھی یہ فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت ہوگی۔ اس لیے یہ خلافت تو بہرحال قائم ہونی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا تھا۔ آپ کی حدیث بھی یہی ہے کہ خلافت قائم ہوگی لیکن یہ لوگ خلافت کو ماننے کو تیار نہیں تھے اس لیے یہ لوگ علیحدہ ہو کے لاہور چلے گئے اور وہاں جا کے انہوں نے اپنی جماعت بنا لی اور جتنا جماعت کا خزانہ تھا، پیسے تھے وہ بھی ساتھ لے گئے۔ بہت سارے بڑے بڑے علماء ان کے ساتھ چلے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے کیونکہ خلافت کی حفاظت کرنی تھی اس لیے ان کی جماعت تو کچھ عرصہ کے بعد آہستہ آہستہ ختم ہوتے ہوتے اب بالکل ختم ہی ہو چکی ہے لیکن جماعت احمدیہ جو خلافت کے ساتھ تھی جس کا خلافت سے تعلق تھا وہ بڑھ رہی ہے اور بڑھتی چلی جا رہی ہے اور اب دنیا کے دوسو بارہ ملکوں میں پہنچ چکی ہے۔ تو اختلاف یہاں ہوا تھا کہ وہ لوگ جو بڑے علماء تھے وہ کہتے تھے کہ ہم جو افسران ہیں ہمارے پاس سارے اختیار ہوں اور خلیفہ وقت کے پاس کوئی اختیار نہ ہو بلکہ ان کی خواہش یہ تھی کہ خلیفہ ہو ہی نہ، صرف انجمن ہو۔ اس لیے اس بات کو مانا نہیں اور نہ جماعت کے ممبران نے اور اسکے بعد ناراض ہو کے وہ لاہوری جماعت لاہور چلی گئی اور لاہور جا کر انہوں نے اپنی ایک جماعت علیحدہ قائم کر لی جس کو پیغامی بھی کہتے ہیں، لاہوری بھی کہتے ہیں، غیر مبائع بھی کہتے ہیں جنہوں نے خلافت کی بیعت نہیں کی لیکن اب دیکھ لو آہستہ آہستہ وہ لوگ جو بڑے بڑے لوگ تھے اور سمجھتے تھے کہ قادیان ختم ہو جائے گا کہا کرتے تھے کہ اب قادیان میں کچھ بھی نہیں رہے گا اس کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی لیکن قادیان تو ترقی کرتا گیا اور جب ہجرت ہوئی تو اسکے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں بھی مرکز دے دیا۔ پھر دنیا میں اور جگہ جماعتیں بنی شروع ہو گئیں لیکن وہ پیغامی چند ایک جگہ پہ ہی ہیں۔ اب ایک برلن میں تمہارے جرمنی میں ان کی مسجد ہے جو سب سے بڑی پرانی مسجد ہے لیکن اس مسجد میں ان کو تو نماز پڑھانے کیلئے امام بھی کوئی نہیں ملتا۔ بڑی مشکلوں سے کبھی کوئی آتا ہے دو مہینے تین مہینے کیلئے پھر چلا جاتا ہے جبکہ ہماری مسجد برلن میں بن گئی ہے وہ آباد رہتی ہے۔ جب میں وہاں گیا ہوں، برلن میں ان کی مسجد دیکھنے بھی گیا تھا۔ اس وقت وہاں امریکہ سے ایک لڑکا آیا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا میں ہی ان کا امام ہوں اور میں یہاں عارضی طور پہ آیا ہوں۔ نہ اس میں اماموں والی کوئی بات تھی نہ کوئی دینی علم پڑھا ہوا تھا۔ لٹریچر بھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں بھی شائع کرتے ہیں لیکن کیونکہ ان کے پاس پیسہ ہے بس تھوڑا بہت لٹریچر شائع کر لیتے ہیں ان کے ماننے والے چند ایک رہ گئے ہیں چند سو ہوں گے لیکن جماعت احمدیہ جو خلافت کے ساتھ ہے وہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ وہاں مسجد میں بھی میں نے ہر طرف دیکھا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ بڑا بُرا انتظام تھا، مسجد کی صفائی بھی کوئی نہیں ہوئی تھی لیکن جماعت احمدیہ دیکھ لو جرمنی میں بھی نئی نئی مسجدیں بنا رہی ہے اور ترقی بھی کر رہی ہے۔ یہ خلافت کی وجہ سے ہی ہے اور اسی طرح دنیا کے دوسرے ملکوں میں، افریقہ میں، ایشیا میں، آسٹریلیا میں، جزائر میں، امریکہ میں، یورپ میں ہر جگہ جماعت ترقی کر رہی ہے۔ تو وہ لوگ خلافت کے انکاری تھے اس لیے چلے گئے اور اسکا نقصان بھی انہوں نے دیکھ لیا۔ اب ان میں سے بہت سارے ایسے ہیں جو اس بات کو مانتے ہیں کہ ہم نے خلافت کو چھوڑ کے غلطی کی ہے۔ مَیں فجی گیا ہوں تو وہاں پیغامیوں میں سے بعض مجھے ملنے بھی آئے تھے اور انہوں نے بیعت بھی کی ہے۔ اسی طرح نیوزی لینڈ میں آئے تھے۔ انہوں نے بیعت کی تو آہستہ آہستہ لوگ ان میں سے جن کو سمجھ آ رہی ہے احمدی ہوتے بھی گئے اور خلافت کے سائے تلے آ گئے۔

ایک ناصرہ نے سوال کیا کہ حدیث سے پتا چلتا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو ایسی کیفیت ہو جاتی تھی کہ باوجود سردی کے موسم کے آپ کو پسینہ آ جاتا تھا۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایسی کیفیت کیوں ہوتی تھی اور کیا اس وقت آپ جسمانی تکلیف بھی محسوس فرماتے تھے اور کیا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہام ہوتے تھے تو آپ کی بھی ایسی ہی کیفیت ہوتی تھی؟ حضور انور نے فرمایا کہ جب فرشتے وحی لے کر آتے ہیں تو وہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کا خوف نبیوں کو سب سے زیادہ ہوتا ہے اور جب فرشتے پیغام لے کر آ رہے ہوتے ہیں تو اسکا بوجھ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ انسان کانپ کے رہ جاتا ہے اور جسکو اس چیز کا صحیح فہم ہو، ادراک ہو، اس کو سب سے زیادہ اسکا احساس ہوتا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کیفیت ہوتی تھی وہ اس لیے ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی یہ وحی نازل ہوئی ہے اور اس وقت لگتا تھا، آپ فرماتے ہیں لگتا تھا کہ ٹنوں بوجھ میرے اوپر پڑ گیا ہے اور فرشتے وہ پیغام لے کر آتے تھے۔ اس وحی کا بوجھ ہی اتنا ہوتا ہے کہ انسان کا دل اس سے کانپ جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا صحیح ادراک ہو اور نبیوں میں سب سے زیادہ ادراک ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی حالت ہوتی تھی اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی جب الہامات کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو آپؑ پر بھی گو اس مقام پر تو نہیں پہنچ سکتے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تھے لیکن آپؑ پر بھی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ آپکا جسم بہت زیادہ کانپنے لگ جاتا تھا اور ایک کیفیت پیدا ہو جاتی تھی کہ لگتا تھا کہ کوئی الہام ہو رہا ہے۔ جتنا زوردار الہام ہوتا تھا اتنی زیادہ آپ کی جسمانی کیفیت ہوتی۔ اور تھوڑی دیر کیلئے پھر کمزوری بھی رہتی ہے پھر وہ کیفیت جاتی رہتی ہے۔

ایک ناصرہ نے حضور انور کو بتایا کہ اس کی سکول کی سہیلیاں اس بات کو نہیں مانتیں کہ وہ سکارف اپنی مرضی اور خوشی سے پہنتی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اگر آپ اس کو پہن کر خوشی محسوس کرتی ہیں، تو ان کو یقین آ ہی جائے گا کہ آپ کو مجبور نہیں کیا جا رہا۔ تاہم اگر آپ غمگین ہوں گی تو وہ کہیں گی کہ آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ (آپ کہہ سکتی ہیں کہ) میں اس کو اچھا سمجھتی ہوں اس لیے میں ایسا کرتی ہوں۔ بہرحال اگر آپ کہیں کہ آپ کو ایک خاص کھانا پسند ہے اور آپ کی سہیلی کہے کہ آپ جھوٹ بول رہی ہیں تو کیا آپ وہ کھانا کھانا چھوڑ دیں گی؟ اس لیے ہر کسی کو جو پسند ہوتا ہے وہ کرتا ہے۔ اور جو بھی وہ کر رہے ہیں اگر وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہے تو پھر انہیں وہ کام مزید مستعدی سے کرنا چاہئے۔ آپ کو اسے بتانا چاہئے کہ آپ سکارف اپنے مذہبی عقائد کی اطاعت میں پہنتی ہیں اور یہ بھی کہ آپ یہ اپنی مرضی سے کر رہی ہیں۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ اس حوالہ سے کوئی بھی دلیل دینے کی کیا ضرورت ہے؟ جو آپ کے حرکات وسکنات پر شک کرتے ہیں آپ ان سے لڑ تو نہیں سکتی۔ ہمارا کام لوگوں سے لڑنا نہیں ہے۔ اگر آپ نے ان کو بتا دیا ہے تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ آپ کی بات مانتے ہیں یا نہیں۔ آپ کو اس بات پر کہ دوسری لڑکیاں آپ کو تنگ کرتی ہیں ہرگز کسی احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ چاہیں تو آپ کو تنگ کر سکتی ہیں۔ اگر ہم اپنے مذہب کی تعلیمات پر اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کیلئے عمل پیرا ہیں تو پھر ہمیں دوسروں کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہئے کہ وہ کیا سوچتے ہیں۔

ایک ناصرہ نے پوچھا کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت اور خلیفہ وقت کی محبت حاصل کر سکتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کیلئے وہ فرماتا ہے کہ ہمیں اسکی عبادت کرنی چاہئے اور اسکا قرب پانا چاہئے۔ وہ ہمیں پانچ وقت نماز پڑھنے کی تلقین فرماتا ہے اور نمازوں کے دوران مستقل الحاح اور رونے کی تلقین فرماتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر آپکی دعائیں قبول کرے گا اور جب آپکا دل اطمینان پکڑ لے تو آپکو احساس ہوگا کہ آپکو خدا کا قرب حاصل ہے۔ حضور انور نے مزید فرمایا کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں تو وہ خود آپ کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ آپ اس سے قربت حاصل کریں جس سے آپ نے بیعت کی ہوئی ہے اور اس کی بات غور سے سنیں اور اس کی باتوں پر عمل کریں۔ خلیفہ وقت آپ کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور جب آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ کو قربت ملتی ہے۔ یہی اچھی باتیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بھی بنا دیں گی۔ جب آپ اچھے کام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے ہیں کہ وہ آپ کو قرب نصیب کرے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں اطمینان بھی پیدا کرتا ہے۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 15/ مارچ 2022ء)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

قرآن کریم کی رمضان کے حوالے سے ایک خاص اہمیت ہے
پس ہمیں بھی اس مہینے میں خاص طور پر قرآن کریم کے پڑھنے سننے
اسکی تفسیر پڑھنے سننے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31/ مارچ 2023ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دار الرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اگر ہم نے رمضان کا حقیقی فیض پانا ہے تو ہمیں قرآنِ کریم کی
تلاوت اور اس پر غور کی طرف بھی خاص توجہ دینی چاہئے
مساجد میں جہاں درسوں کا انتظام ہے وہاں درس بھی سننا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31/ مارچ 2023ء)

طالب دعا: بی۔ ایس۔ عبد الرحیم ولد مکرم شیخ علی صاحب مرحوم (صدر جماعت احمدیہ منگلور، کرناٹک)

بعض روایات کے پیش نظر بعض فقہاء نے جن میں حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں، عیدالاضحیہ کی قربانی کو واجب قرار دیا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی صاحب استطاعت کیلئے قربانی کو فرض قرار دیا ہے، ایک موقع پر آپؑ نے ایک شخص سے فرمایا: قربانی تو قربانی کرنے سے ہی ہوتی ہے مسکین فنڈ میں روپے دینے سے نہیں ہوسکتی، اگر وہ رقم کافی ہے تو ایک بکرا قربانی کرو، اگر کم ہے اور زیادہ کی تم کو توفیق نہیں تو تم پر قربانی کا دینا فرض نہیں ہے

یہ بات بالکل درست ہے کہ حضرت ابوطالب کے مشرک ہونے کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا، اور یہ بھی درست ہے کہ حضرت ابوطالب نے غیر معمولی طور پر آنحضور ﷺ کی مدد اور حمایت کی، پس حضرت ابوطالب اپنی نیک فطرت اور آنحضور ﷺ کی مدد اور حمایت کرنے کی وجہ سے نیز قیامت کے روز حضور ﷺ کی شفاعت کی بدولت خدا تعالیٰ کے دشمن مشرکین کی طرح نہ جہنم کا ایندھن بنیں گے اور نہ ہی لمبا عرصہ جہنم میں رہیں گے

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ : سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط:61)

سوال: کینیڈا سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دریافت کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ قربانی صرف حج کرنے والوں پر فرض ہے۔ میرا سوال ہے کہ اگر کوئی شخص حج پر نہ جائے اور قربانی کی استطاعت رکھتا ہو تو کیا اس پر قربانی فرض نہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 9 جولائی 2022ء کو اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب: عیدالاضحیہ کی قربانی کے بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضور ﷺ بڑی باقاعدگی کے ساتھ ہر سال عیدالاضحیہ کے موقعہ پر قربانی کیا کرتے تھے، خواہ آپ حج پر تشریف لے گئے ہوں یا آپ مدینہ میں ہی مقیم رہے ہوں اور بعض اوقات آپ نے اپنی قربانی کے جانور مدینہ سے مکہ میں قربان کرنے کیلئے بھی کسی کے ساتھ بھجوائے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی قربانی کے جانور میرے والد کے ساتھ مکہ بھجوائے۔ (بخاری، کتاب الحج، بَاب مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور آپ نے ہر سال قربانی کی۔ (سنن ترمذی، کتاب الاضاحی، بَاب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْأُضْحِيَّةَ سُنَّةٌ) پھر حضور ﷺ کی یہ بھی سنت تھی کہ آپ ایک سے زیادہ جانوروں کی بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب قربانی کرنا چاہتے تو آپ دو ایسے مینڈھے خریدتے جو موٹے، سینگوں والے اور خصی ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک آپ اپنی امت کی طرف سے اور دوسرا اپنے اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے ذبح کرتے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، بَاب أَضَاحِيِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

حضور ﷺ نے صحابہ کو بھی مختلف مواقع پر قربانی کرنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ حضرت مخنف بن سلیمؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگو! ہر گھر کو ہر سال قربانی کرنی چاہئے۔ (سنن ترمذی، کتاب الاضاحی، بَاب الْأَذَانِ فِي أُذُنِ الْمَوْلُودِ) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص توفیق کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری نماز کی جگہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، بَاب الْأَضَاحِيِّ وَاجِبَةٌ هِيَ أَمْ لَا)

علاوہ ازیں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ وہ ہر سال حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کریں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، بَاب الْأُضْحِيَّةِ عَنِ الْمَيِّتِ)

ان روایات کے پیش نظر بعض فقہاء نے جن میں حضرت ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں، عید الاضحیہ کی قربانی کو واجب قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی صاحب استطاعت کیلئے قربانی کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں) ایک شخص کی عرضی پیش ہوئی کہ میں نے تھوڑی سی رقم ایک قربانی میں حصہ کے طور پر ڈال دی تھی۔ مگر ان لوگوں نے مجھے احمدی ہونے کے سبب اس حصہ سے خارج کر دیا ہے۔ کیا میں وہ رقم قادیان کے مسکین فنڈ میں دیدوں تو میری قربانی ہوجائے گی؟ فرمایا:

قربانی تو قربانی کرنے سے ہی ہوتی ہے۔ مسکین فنڈ میں روپے دینے سے نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ رقم کافی ہے تو ایک بکرا قربانی کرو۔ اگر کم ہے اور زیادہ کی تم کو توفیق نہیں تو تم پر قربانی کا دینا فرض نہیں ہے۔ (بدر نمبر 7، جلد 6، مورخہ 14 فروری 1907ء، صفحہ 8)

پس جو شخص قربانی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر فرض ہے کہ وہ حسب استطاعت قربانی کرے اور جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتا، اس کیلئے قربانی فرض نہیں ہے۔

باقی جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قربانی کے مسئلہ کے بارے میں جواب کا تعلق ہے تو جس یوٹیوب کے کلپ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس سارے جواب کو اگر آپ غور سے سنیں تو بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضور اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ ایسے ممالک جہاں لوگ آسودہ حال ہیں اور انہیں سارا سال سہولت کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء وافر مقدار میں میسر ہوتی ہیں، عید کی قربانیاں بھی اس سوچ کے ساتھ کہ خود اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے سے زیادہ ثواب ہوگا، صرف انہی امیر ممالک میں کر لی جائیں اور غریب ممالک کے لوگوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ بات قربانی کی روح کے خلاف ہے۔ ہاں تبرک کے طور پر کچھ قربانیاں ان آسودہ حال ممالک میں کر لینی چاہئیں لیکن زیادہ قربانیاں غریب ممالک میں کر کے وہاں کے لوگوں کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کی کوشش کرنا قربانی کی روح کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ حضورؒ نے اس سوال کے جواب میں کہ قربانی کے بارے میں اسلامی فلسفہ کی روشنی میں کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ صاحب استطاعت آدمی خود قربانی کرے نہ کہ کسی کو کہہ دے کہ میں پیسے بھیج دیتا ہوں تم قربانی کر دینا۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ فرمایا: قربانی کا جہاں تک تعلق ہے، قربانی جو فرض ہے وہ صرف حاجیوں کیلئے حج کے موقعہ پر ارض حرم میں فرض ہے۔ باقیوں کیلئے قرآن کریم نے کہیں قربانی کی فرضیت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس لئے وہ حج کی قربانی کی تائید میں ثواب لینے کی خاطر کرتے ہیں اور ثواب لینے کی خاطر ثواب کے مفہوم کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اپنے ہاتھ سے چھری چلادیں ایک ایسے معاشرہ میں جہاں لوگ پہلے ہی گوشت کھا کھا کر پاگل ہوئے جارہے ہیں۔ Mad cow disease عام ہوگئی ہے اور جہاں غریب مسلمان بھوکا مر رہا ہے یا افریقن بھوکا مر رہا ہے وہاں قربانی نہ کروائیں کہ مجھے ثواب مل جائے۔ تو ثواب ملے گا یا عذاب ملے گا۔ تبرکاً کچھ قربانی اگر انسان شوق کے جذبہ سے یہاں بھی کر دے میں اسکے خلاف نہیں کہتا۔ مگر ایسے ملکوں میں بہتر ہے مسلمان کیلئے کہ اپنے غریب ملکوں میں اپنے بھائیوں کی خاطر جن کو سال میں ایک دفعہ بھی گوشت نصیب نہیں ہوتا۔ سوائے اسکے کہ قربانی کے دن کچھ مل جائے۔ وہاں قربانیاں کروائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قرآن کریم کی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ قربانیوں کا گوشت ملنا ہے اور نہ خون ملنا ہے، تمہارے دل کا تقویٰ ملے گا۔ پس اگر تقویٰ کے ساتھ آپ دوسرے ملک میں قربانی کرائیں تو تقویٰ تو خدا کو پہنچ جائے گا۔ جزاء تقویٰ کی ملنی ہے نہ کہ گوشت کی ملنی ہے۔

(مجلس سوال و جواب مورخہ 27/اپریل 1997ء)

سوال: کینیڈا ہی سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تحریر کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مجلس سوال و جواب میں فرمایا تھا کہ حضرت ابو طالب کے مشرک ہونے کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ان کے مسلمان ہونے کا کوئی ثبوت ہے، انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ لیکن ان کو مشرک اور جہنمی کہنا گناہ ہے۔ جبکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابوطالب کے ٹخنوں تک آگ پہنچے گی۔ جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔ ان دونوں باتوں میں تضاد لگتا ہے، اس بارے میں راہنمائی کی درخواست ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 19/جولائی 2022ء میں اس سوال کے متعلق درج ذیل ہدایات فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:

جواب: یہ بات بالکل درست ہے کہ حضرت ابوطالب کے مشرک ہونے کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حضرت ابوطالب نے غیر معمولی طور پر آنحضور ﷺ کی مدد اور حمایت کی، چنانچہ شعب ابی طالب میں محصور رہنے کا تکلیف دہ زمانہ ہو یا مشرکین مکہ کی پُرزور مخالفت ہو کسی موقعہ پر بھی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آنحضور ﷺ کی کفار مکہ کی طرف سے ہونے والی مخالفت اور حضرت ابوطالب کی طرف سے حضور ﷺ کو ملنے والی حمایت کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرّ البریّہ ہیں سفہاء ہیں اور ذرّیت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النّار اور حصب جہنم ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تو نے ان کے عقل مندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شرّ البریّہ کہا اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنّم اور وقود النّار رکھا اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذرّیت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کیلئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تُو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہوجا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں۔ یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہاء لذت ہے کہ اسکی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔ آنحضرت ﷺ یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیّت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابوطالب کے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ میں تیری اِس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تُو اور ہی رنگ میں اور اَور ہی شان میں ہے جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔

یہ سب مضمون ابوطالب کے قصہ کا اگرچہ کتابوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی ہے جو خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح

کیلئے اس عاجز کی طرف سے ہے۔ اس الہامی عبارت سے ابوطالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے لیکن بکمال یقین یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے سے انوار نبوت وآثار استقامت دیکھ کر پیدا ہوئی تھی۔(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد3، صفحہ 110 تا 112 وحاشیہ)

پس حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انتہائی درجہ کی حمایت کی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر وہ اپنی قوم کی مخالفت اٹھانے کو بھی تیار ہو گئے۔ لیکن انہوں نے اپنی قوم کے دین کو نہیں چھوڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصرار کے باوجود کلمہ پڑھ کر توحید کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ رؤسائے مکہ کی شکایت پر حضرت ابوطالب کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کام سے باز آنے کی تلقین کرنے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جواب پر حضرت ابوطالب کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت کے اعلان کے واقعہ کا ذکر کر کے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ابو طالب کے اس جواب کی اہمیت کا پورا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو تاریخ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ایک اور واقعہ کو نہیں جانتے جس سے ابوطالب کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنی قوم سے کتنی محبت تھی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان سے بہت ہی محبت تھی ان کی قربانیوں اور حسن سلوک کی وجہ سے، اس لئے آپ کو سخت دکھ تھا کہ آپ مسلمان ہوئے بغیر مر رہے ہیں۔ آپ کبھی ان کے دائیں جاتے اور کبھی بائیں اور کہتے کہ اے چچا! اب موت کا وقت قریب ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ دیجئے مگر ابوطالب خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت اصرار کیا آپ پر رقت طاری تھی اور آپ بار بار کہتے تھے کہ اے چچا! ایک دفعہ کلمہ پڑھ لیں تا کہ میں خدا کے حضور کہہ سکوں کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ابوطالب نے آخر میں یہی جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ گویا ان کو اپنی قوم سے اتنی محبت تھی کہ وہ اس کے بغیر جنت میں بھی جانا نہ چاہتے تھے۔ اسی قوم سے اس قدر شدید محبت رکھنے والے شخص پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہادرانہ جواب کا یہ اثر ہوا کہ اس نے کہہ دیا کہ اچھا اگر قوم مجھے چھوڑتی ہے تو چھوڑ دے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ (خطبات محمود، جلد 17، صفحہ 264، مورخہ یکم مئی 1936ء)

پس ایک طرف تو حضرت ابوطالب نے اپنے آخری سانسوں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ دیا لیکن دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے دین کو سچا جانتے ہوئے بھی انہوں نے کلمہ پڑھ کر توحید کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کو سامنے رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوطالب کے بارے میں فرمایا کہ امید ہے کہ قیامت کے دن انہیں میری شفاعت کچھ نفع دے گی کہ وہ آگ کے درمیانے درجہ میں کر دیے جائیں گے کہ آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوتے۔(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ ابی طالب) دوزخ کے بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں صراحت موجود ہے ایک ہسپتال کی مانند ہے اور گناہگاروں کو اس میں علاج کیلئے بھیجا جائے گا۔ اب ہسپتال میں کینسر کا علاج کروانے والے مریض بھی جاتے ہیں اور چھوٹے موٹے زخم کی مرہم پٹی کروانے والا شخص بھی جاتا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس طرح دوسرے مخالفین اسلام جنہوں نے اسلام کی مخالفت اور اسے نابود کرنے کیلئے دن رات ایک کر دیا اور اس کی دشمنی میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا ان کا جہنم میں جانا ایسا ہی ہوگا جس طرح کہ ایک موذی مرض میں مبتلا انسان ہسپتال میں جاتا ہے اور ایک لمبے عرصہ کیلئے اس میں رہتا ہے اور حضرت ابوطالب کا جہنم میں جانا ایسا ہی ہو گا جس طرح ایک چھوٹے سے زخم کی مرہم پٹی کروانے والا شخص ہسپتال میں جاتا ہے اور مرہم پٹی کروا کر گھر واپس آجاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت 113 اور 114 کی تشریح میں مشرکین کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر مشرک کے متعلق یہ حکم نہیں ہے، بعض مشرک نادانی اور رسم ورواج کے تابع شرک بھی کرتے ہیں، اللہ کا خوف بھی رکھتے ہیں، اللہ کی دشمنی نہیں کرتے۔ چنانچہ ہندوؤں میں بکثرت ایسی مثالیں ہیں کہ ویسے مشرک کہلائیں گے لیکن خدا کا خوف رکھنے والے ہیں۔ دعاؤں کی تحریک کرتے ہیں اور مومن ان کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی کثرت سے ایسے ہندو آتے تھے جو آپ کو نیک سمجھتے تھے اور آپ کا تعلق باللہ ان پر واضح اور روشن تھا۔ اس لیے چونکہ وہ آپ کی سچی خوابوں کے پورا ہونے اور بعض الہامات کے پورا ہونے کے گواہ بھی تھے۔ آپ سے دعائیں کراتے تھے اور آپ دعائیں کرتے تھے۔ میرے پاس ہندوستان سے کثرت سے خط آتے ہیں۔ جوں جوں جماعت کا تعارف پھیل رہا ہے اور بعض ہندو ٹیلی ویژن کے ذریعہ رابطہ کر کے لکھتے ہیں کہ ہمارا تأثر ہے کہ آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، ہمارے لئے بھی دعائیں کریں۔ تو مشرکوں کی قسمیں ہیں۔ بعض وہ ہیں جو شرک پر پختہ ہو کر پھر توحید کے دشمن بن جاتے ہیں، ان کیلئے قطعی منع ہے کوئی دعا نہیں کرنی، استغفار نہیں کرنا اور میرے نزدیک ان آیات میں اس مضمون کو کھول دیا گیا ہے۔ فرمایا ہے، ان کیلئے مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کیلئے استغفار کریں۔ وَلَوْ كَانُوْا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ۔ (خواہ وہ (ان کے) قریبی ہی کیوں نہ ہوں بعد اسکے کہ اُن پر روشن ہو چکا ہو کہ وہ جہنمی ہیں) شرک تو ان کا واضح تھا۔ بعد میں تَبَيَّنَ کس چیز کا ہوا ہے۔ ایسے لوگ تو معروف مشرک تھے، بیٹوں کو نہیں پتہ تھا کہ وہ مشرک ہیں؟ تو دعا کب روکتے ہیں وہ؟ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ، جب یہ بات ان پر خوب کھل جائے کہ وہ اصحاب جہنم ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ مشرک تو جہنم میں جائے گا لیکن مشرک جو مومن ہو جائے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ کسی پر یہ بات کیسے کھل جائے گی کہ وہ جہنمی ہے، اس کے سمجھنے کا طریق یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی مثال دیدی ہے۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ (اور ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کیلئے صرف اس وجہ سے تھا کہ اس نے اس سے ایک وعدہ کیا تھا۔) مشرک جانتے ہوئے باپ سے وعدہ کر لیا کہ میں تیرے لیے دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا کرنے کی اجازت بھی دیدی۔ اور اس وقت تک خاموش رہا، جب تک حضرت ابراہیم نے اپنا وعدہ پورا نہ کر لیا پھر جب خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ، کہ یہ شخص صرف مشرک نہیں بلکہ اللہ کا دشمن ہے۔ تو وہ مشرک جو توحید سے دشمنی کرے اس کا حال اَور ہے اور وہ مشرک جو سادہ لوح، نیک مزاج ہے مگر اپنے ماں باپ کے پیچھے شرک میں مبتلا ہے۔ اس کا ایک تو یہ فرق ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی میں دعاؤں کی درخواست کرتا ہے تو اس کیلئے دعا کرنا جائز ہے، منع نہیں ہے، اس آیت کے مفہوم سے یہ بات کھلتی ہے۔ دوسرے اس کا جہنمی ہونا قطعی نہیں ہوتا۔ جو مشرک خدا کا دشمن ہو جائے وہ جہنمی ہے۔ اور وہ مشرک جو خدا کا دشمن نہ ہو، اور رسماً شرک کر رہا ہے اس کیلئے امکان موجود ہیں۔ ایک اَور پہلو یہ بھی ہے کہ اگر شرک کے مضمون کو دینی ناموں سے الگ کر کے آپ دیکھیں یعنی مسلمان، ہندو، یہودی، عیسائی تو بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو شرک کرتے ہیں اور کھلم کھلا شرک کرتے ہیں۔ لیکن اللہ کے دشمن نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جاتی ہے، ان کیلئے استغفار بھی کی جاتی ہے۔ اب آپ ملتان ہی چلے جائیں تو وہاں اتنی قبروں کی پوجا ہوتی ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کوئی مسلمانوں کا ملک ہے یا ہندوؤں کا ملک ہے اور اسی طرح عیسائیوں میں بھی اہل کتاب بھی کہلاتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں اور شرک کے باوجود ان سے وہ تعلقات پھر بھی جائز ہیں جو قرآن کریم نے اہل کتاب کیلئے جائز قرار دیے ہیں۔ تو ان دو آیات کی روشنی میں، میں یہی سمجھتا ہوں۔ باقی فقہاء کا جو بھی مؤقف ہو کہ وہ دعا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سکھائی ہے اسے بے تردّد پڑھنا چاہئے، خواہ کوئی ایسے بریلویوں سے نکل کر آیا ہو، جو جانتا ہے کہ وہ مُردوں سے مانگنے والے اور داتاؤں کے سامنے سجدے کرنے والے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساتھ یہ شرط رکھ دی ہے کہ ان کا اللہ کا دشمن ہونا، توحید سے نفرت کرنا یہ ثابت ہو جائے تو پھر اسکے بعد تمہارے لئے جواز نہیں کہ کوئی دعا کرو۔ لیکن یہ سارے لوگ اپنے آپ کو ساتھ ساتھ مواحد بھی کہہ رہے ہیں۔ خدا کو ایک بھی مانتے ہیں اور دوسری طرف سے شرک بھی شروع کر دیتے ہیں۔ تو یہ مشکوک لوگ ہیں، ان کے حق میں وہ دعا جو نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سکھائی ہے وہ کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ ہاں اگر ایسا شخص ہو جس کو پتا ہو کہ میرے ماں باپ شرک میں صف اول کے لوگ ہیں اور توحید کے دشمن ہیں تو وہاں میں یہی سمجھتا ہوں کہ اس دعا پہ آ کے اسے رک جانا چاہئے کیونکہ وہاں وہ دعا قرآن کریم کے ایک واضح حکم سے متصادم ہوگی۔ پس ایسا شخص اس دعا کے بغیر بھی نماز مکمل کر لے گا۔ آدمی رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ کہہ سکتا ہے...... بہرحال یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں اختلاف جو مرضی کرے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے بات کھول دی ہے کہ میرے نزدیک تو کسی مسلمان کیلئے ان حالات میں کہ اس کو پتا ہو کہ ماں باپ مشرکانہ حرکتیں کرتے تھے یا ہندو بھی جو نیک ہوں اور خدا پرست ہوں مگر شرک میں پیدا ہوئے اس لیے مسلمان بننے کی توفیق نہ ملی ان کیلئے بھی استغفار جائز ہے۔

(ترجمۃ القرآن کلاس از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، سورۃ التوبہ آیت 113 تا 122)

پس حضرت ابوطالب اگرچہ شرک کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوشش اور خواہش کے باوجود توحید کا اقرار نہیں کیا لیکن وہ ایسے شرک میں مبتلا نہیں تھے جس شرک میں وہ مشرکین مبتلا تھے جو توحید اور خدا تعالیٰ کے دشمن تھے اور کھلم کھلا شرک کا اظہار کرتے تھے اور خدا تعالیٰ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت میں دن رات کمر بستہ تھے۔ اس لیے حضرت ابوطالب اپنی نیک فطرت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد اور حمایت کرنے کی وجہ سے نیز قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کی بدولت خدا تعالیٰ کے دشمن مشرکین کی طرح نہ جہنم کا ایندھن بنیں گے اور نہ ہی لمبا عرصہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں کچھ وقت کیلئے جس طرح ایک معمولی بیماری کا شکار علاج کیلئے کچھ وقت کیلئے ہسپتال جاتا ہے، حضرت ابوطالب کو بھی اسی طرح کچھ وقت کیلئے علاج کیلئے جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی حقیقت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد میں بیان کیا گیا ہے۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(مطبوعہ اخبار روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 9 ستمبر 2023ء)

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار ۞ جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب ۞ کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟

طالب دعا: ضیاء الدین خان صاحب مع فیملی (حلقہ محمود آباد، جماعت احمدیہ کیرنگ صوبہ اڈیشہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال ۞ دل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال
ابن مریم مرگیا حق کی قسم ۞ داخل جنت ہوا وہ محترم

طالب دعا: محمد نور اللہ شریف صاحب مرحوم وافراد خاندان (جماعت احمدیہ شموگہ، صوبہ کرناٹک)

طالب دعا:
اقبال احمد ضمیر
فلک نما، حیدرآباد
(تلنگانہ)

MUZAMMIL AHMED
Mobile: +91 99483 70069
konarknursery@gmail.com
www.facebook.com/konarknursery
www.konarknursery.com
Plants for Seasons & Reasons...
Cactus . Seculents . Seeds
Landscaping – Rental Plants – Exports – Imports

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 28 دسمبر 2023ء بروز جمعرات 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لاکر درج ذیل مرحومین کی نمازِ جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

(1) مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب

(مربی سلسلہ و انچارج ٹرکش ڈیسک مرکزیہ یو.کے)

19/دسمبر 2023ء کو 79 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ نے 1969ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی اور کچھ عرصہ تک حیدر آباد اور اوکاڑہ میں بطور مربی سلسلہ خدمت سرانجام دی۔ اسکے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشاد پر ٹرکش زبان سیکھنے کیلئے پہلے اسلام آباد اور پھر ترکی چلے گئے۔ ٹرکش زبان میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کو لندن اور بعد میں جرمنی میں تعینات فرمایا اور پھر آپ ٹرکش ڈیسک کے انچارج مقرر ہوئے جہاں تا دم آخر خدمت بجالاتے رہے۔ ترکی میں تعلیم کے دوران آپ کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے یونیورسٹی نے آپ کو ملازمت اور بڑی تنخواہ کی آفر کی لیکن آپ نے اُس نوکری پر جماعت کی خدمت کو فوقیت دی اور واقف زندگی کی حیثیت سے کام جاری رکھا۔ 2002ء میں ترکی میں ایک دورہ کے دوران دو ساتھیوں کے ہمراہ تبلیغ کرنے کے جرم میں 4 ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مرحوم کو اپنی ٹیم کے ہمراہ قرآن کریم کا ٹرکش زبان میں ترجمہ کرنے کا موقع ملا۔ اسکے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی درجنوں کتب کے علاوہ تبلیغی پمفلٹس اور دیگر لٹریچر کا ٹرکش زبان میں ترجمہ کرنے کی بھی توفیق پائی۔ آپ خلفاء کے نام آنے والے ٹرکش خطوط کے تراجم اور جوابات کا کام بھی کرتے رہے۔ مرحوم ایک علم دوست انسان تھے اور جماعتی لٹریچر پر بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ آپ کو اردو اور پنجابی کے علاوہ ٹرکش، انگلش، عربی، فارسی اور جرمن زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ سندھی اور سرائیکی زبان بھی روانی سے لکھ اور بول سکتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھنے والے، نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت سے والہانہ عشق کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں ایک بیٹا اور سات نواسے نواسیاں اور ایک پوتا اور ایک پوتی شامل ہیں۔ آپ مکرم منیر احمد جاوید صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری یوکے) کے بڑے بھائی تھے۔

(2) مکرم نعیم احمد ملک صاحب

ابن مکرم ملک حمید اللہ صاحب مرحوم (پرلی، یو.کے)

23 دسمبر 2023ء کو 66 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نماز اور روزہ کے پابند، لوگوں کے ساتھ انتہائی پیار و محبت سے ملنے والے، خوش گفتار اور خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والے انتہائی نیک، دیندار اور مخلص انسان تھے۔ ہمیشہ بچوں کو بھی خلافت کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رکھنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم کی باقاعدگی سے تلاوت کرتے تھے۔ چندہ جات میں بھی بڑے باقاعدہ تھے۔ غریبوں اور رشتہ داروں کی مالی مدد کیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 2 بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ مرحوم مکرم طاہر احمد ملک صاحب کے نسبتی بھائی تھے۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم Hamma Moosa صاحب

(صدر جماعت ریجن تلابری جماعت نائیجر)

گذشتہ دنوں 64 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے 2014ء میں بیعت کی تھی اور تب سے لے کر تادم آخر جماعت کے ساتھ وفا کا تعلق رکھا۔ تلابری نائیجر کا وہ ریجن ہے جسے Redzone کہا جاتا ہے اور جہاں مسلسل دہشت گردی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اس ریجن میں موٹر سائیکل بھی منع ہے اور اس ریجن کی جماعتوں تک پہنچنا بھی مشکل ہے لیکن اسکے باوجود مرحوم نے جماعت کے ساتھ تعلق نہیں چھوڑا اور جتنی توفیق ہوتی تھی چندہ بھی ادا کرتے تھے۔ غیر ملکیوں کا ان علاقوں میں جانا ممنوع ہے اس لیے یہ خود ایک مرتبہ مرکز نیامے میں آکر امیر صاحب سے ملے۔ جب مرکز آئے تو اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے کر آئے تھے تاکہ ان کی اولاد کا بھی جماعت کے ساتھ تعلق برقرار رہے۔ مرحوم کو خلافت احمدیہ سے عشق تھا اور ہر وقت اپنے گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر سنبھال کے رکھتے تھے اور کسی نئے شخص سے تعارف ہوتا تو اسے یہ تصاویر دکھا کر کہتے تھے کہ یہ میرے مرشد ہیں۔

(2) مکرم چودھری محمد خان صاحب

(بکھو بھٹی سیالکوٹ)

8/دسمبر 2023ء کو 80 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ جماعت بکھو بھٹی میں مقامی صدر، سیکرٹری مال، سیکرٹری امور عامہ، زعیم مجلس انصار اللہ کے علاوہ بعض اور عہدوں پر بھی خدمت بجالاتے رہے۔ جرمنی قیام کے دوران 1979ء میں Mainz جماعت کے پہلے صدر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ واقفین کا بہت احترام کرتے تھے۔ جماعت میں مربی ہاؤس بننے سے پہلے مربی صاحب کی رہائش کا انتظام اپنے گھر میں کیا ہوا تھا۔ مرکز سے آنے والے مہمانوں کی رہائش اور کھانے کا انتظام بھی ہمیشہ اپنے گھر کرواتے تھے۔ جماعتی مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بدقسمتی سے جب پرانی مسجد سیل کر دی گئی تو نئی مسجد میں خطیر مالی قربانی کی توفیق پائی۔ آپ کا وسیع حلقہ احباب تھا اور لوگوں سے حسن معاشرت سے پیش آتے تھے۔ بہت سے لوگوں کی مختلف رنگ میں مالی امداد کیا کرتے تھے۔ صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن کریم کے پابند، دعا گو، ملنسار، ہمدرد اور خلافت کے ساتھ عقیدت کا تعلق رکھنے والے ایک مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ آپ مکرم عبد العزیز بھٹی صاحب (مربی سلسلہ ریجن سینٹ لوئس Saint Louis سینیگال)، مکرم سفیر الرحمان ناصر صاحب (مربی سلسلہ جرمنی) اور مکرم حبیب الرحمان ناصر صاحب (مربی سلسلہ جرمنی) کے تایا اور مکرم خالد احمد منہاس صاحب (مربی سلسلہ کینیڈا) کے خالو اور مکرم ریحان احمد خان صاحب (فارغ التحصیل جامعہ احمدیہ یوکے) کے دادا تھے۔

(3) مکرمہ نصرت روم میار سیہ صاحبہ اہلیہ مکرم غلام وحی الدین صاحب مربی سلسلہ (انڈونیشیا)

3 نومبر 2023ء کو 60 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، نیک فطرت اور خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والی ایک فدائی خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

(4) مکرم ڈاکٹر ضیاء الدین حمید صاحب (جرمنی)

4/اکتوبر 2023ء کو 96 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حکیم مولوی نظام الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ مرحوم فضل عمر ہسپتال ربوہ میں 22 سال تک خدمت بجالاتے رہے۔ صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن کریم کے پابند، دعا گو، تہجد گزار، ہمدرد، کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے والے، ایک نیک اور متوکل علی اللہ انسان تھے۔ مہمان نوازی ان کا خاص وصف تھا۔ جماعت اور خلافت کے ساتھ انتہائی محبت اور فدائیت کا تعلق تھا۔ اپنی نیک فطرت کی وجہ سے اپنوں اور غیروں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ جماعت Odenwald کے پہلے صدر بھی رہے۔ اسی طرح اپنے حلقہ میں سیکرٹری تعلیم و تربیت اور زعیم مجلس انصار اللہ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ جب تک صحت نے اجازت دی نماز جمعہ مسجد میں آکر ادا کرتے رہے۔ چندہ جات کی ادائیگی میں بھی باقاعدہ تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے چھوٹے بیٹے کو صدر حلقہ جماعت Wolfskehlen کے طور پر خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

(5) مکرم اللہ بخش صاحب

(میل نرس فضل عمر ہسپتال ربوہ)

7/نومبر 2023ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کے نانا حضرت روشن دین صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ مرحوم کا تعلق مونگ رسول (منڈی بہاؤالدین) سے تھا اور آپ نے پاکستان آرمی میں ملازمت کی اور بہت نڈر سپاہی تھے۔ 1971ء کی جنگ بھی لڑی۔ 3 سال تک جنگی قیدی بھی رہے۔ اپنی ملازمت مکمل کرکے ریٹائرڈ ہوئے تو 1994ء میں فضل عمر ہسپتال ربوہ کی ایمرجنسی میں بطور میل نرس ملازمت شروع کی۔ اس وقت سے لے کر وفات تک اپنی ڈیوٹی کو خلوص دل سے نبھایا۔ ڈیوٹی ٹائم کے بعد لوگوں کے گھروں میں بھی بغیر فیس کے خدمت کیلئے جایا کرتے تھے۔ آپ نے تکلیف دہ بیماری کا بہت ہمت اور حوصلہ سے مقابلہ کیا۔ اپنے حلقہ میں شعبہ تحریک جدید اور مسجد کی سیکیورٹی میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ جماعت نے جس کام کیلئے بھی بلایا ہر وقت تیار رہتے اور لبیک کہتے تھے۔ خلافت کے اطاعت گزار، ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

(6) مکرم عبد المنیب نصر صاحب

ابن مکرم ملک عبد الحق اعوان صاحب (کینیڈا)

27/ستمبر 2023ء کو ٹورانٹو میں 59 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم کو جماعتی خدمت کا بہت شوق تھا اور اپنے اہل خانہ کو بھی اس طرف خصوصی توجہ دلاتے رہتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں شعبہ لنگر خانہ کے تحت کھانے کی تقسیم کا کام کیا کرتے تھے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، ہمیشہ اللہ کی رضا پر راضی رہنے والے، خوش اخلاق، خوش مزاج، خوش گفتار اور خوش لباس، غریب پرور، نیک، صالح اور مخلص انسان تھے۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔

(7) مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ

اہلیہ قاضی محمد لطیف صاحب مرحوم (لاہور)

11/مئی 2023ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ مکرم ماسٹر عبد الرحمٰن اتالیق صاحب کی بھتیجی اور مکرم ضیاء الرحمٰن صاحب کی نسبتی ہمشیرہ تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، ہر کسی کا خیال رکھنے والی، محنت کش، غریب پرور، مخلص اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ بہت سارے احمدی اور غیر احمدی بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

……☆……☆……☆……

Z.A. Tahir Khan
M.Sc. (Chemistry) B.Ed.
DIRECTOR

طالبِ دعا
Z.A.TAHIR KHAN
Director oxford N.T.T.College
Jaipur (Rajasthan)
TEACHER TRAINING

OXFORD N.T.T. COLLEGE
(Teacher Training)
(A unit of Oxford Group of Education)
Affiliated by A.I.I.C.C.E. New Delhi 110001

0141-2615111- 7357615111
oxfordnttcollege@gmail.com
Add. Fateh Tiba Adarsh Nagar, Jaipur-04
Reg. No. AICCE-0289/Raj.

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں ہونے والے غزوات، غزوہ بنی غطفان، غزوہ بحران کا تذکرہ

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات کا آنحضرت ﷺ کو بہت صدمہ ہوا، وفات کے بعد آپؐ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس وقت آپؐ کی آنکھیں پُرنم تھیں

صاحبزادی حضرت اُم کلثومؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کو غمگین پا کر حضور ﷺ نے فرمایا

"اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور ایک ایک کر کے فوت ہو جاتیں تو میں ہر ایک کے بعد دوسری کو تجھ سے بیاہ دیتا یہاں تک کہ سو میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی"

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 10 رنومبر 2023 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال جنت البقیع کی بنیاد اور ابتدا کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جنت البقیع کی بنیاد اور ابتدا کے بارے میں جو تفصیل ملی ہے وہ اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں ورود کے بعد وہاں بہت سے قبرستان تھے۔ یہودیوں کے اپنے قبرستان ہوا کرتے تھے جبکہ عربوں کے مختلف قبائل کے اپنے اپنے قبرستان تھے۔ مدینہ طیبہ چونکہ اس وقت مختلف علاقوں میں بٹا ہوا تھا اس لیے ہر قبیلہ اپنے ہی علاقے میں کھلی جگہ پر اپنی میتوں کو دفنا دیتا تھا۔ قبا کا الگ قبرستان تھا جو زیادہ مشہور تھا گو کہ وہاں چھوٹے چھوٹے کئی اَور قبرستان بھی تھے۔ قبیلہ بنوظفر کا اپنا قبرستان تھا۔ بنوسلمہ کا اپنا الگ قبرستان تھا۔ دیگر قبرستانوں میں بنوساعدہ کا قبرستان تھا جس کی جگہ بعد میں سوق النبی ﷺ قائم ہوا۔ جس جگہ پر مسجد نبویؐ تعمیر ہوئی وہاں بھی کھجوروں کے جھنڈ میں چند مشرکین کی قبریں تھیں۔ ان تمام قبرستانوں میں بقیع الغرقد سب سے پرانا اور مشہور قبرستان تھا اور پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اسے مسلمانوں کے قبرستان کیلئے منتخب کر لیا تو اسکے بعد سے آج تک اسے ایک منفرد اور ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے جو ہمیشہ رہے گی۔

سوال جنت البقیع میں سب سے پہلے کس کو دفنایا گیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جنت البقیع میں سب پہلے جن کو دفن کیا گیا وہ حضرت عثمان بن مظعونؓ تھے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے غزوۂ بنی غَطَفان کے بارے میں کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ غطفان قبیلے کی شاخ بنوثعلبہ اور بنومُحَارِب، ذِی اَمَر مقام پر اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا ارادہ یہ ہے کہ ریاستِ مدینہ کے اردگرد کے علاقوں پر حملہ کریں۔ یہ خبر پاتے ہی رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور ساڑھے چار سو صحابہؓ کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ان کے پاس چند گھوڑے بھی تھے اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔

ماہ ربیع الاول تین ہجری میں غزوۂ غطفان پیش آیا۔ بارہ ربیع الاول کو آپؐ اس غزوہ کیلئے روانہ ہوئے۔ گیارہ دن اہلِ مدینہ کو آپؐ کی جدائی برداشت کرنی پڑی جس کے بعد آپ ﷺ چوبیس ربیع الاول کو واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے غَطَفان کی سرکوبی کیلئے غَطَفان کے ہاں جس جگہ پڑاؤ کیا اسکا نام ذِی امر تھا۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ ذی امر اور غطفان قبیلے کی بنا پر اسے غزوۂ بنوغطفان بھی کہا جاتا ہے۔

سوال حضرت رقیہؓ کی وفات اور حضرت ام کلثومؓ کی شادی کی کیا تفصیل ملتی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی اور حضرت ام کلثومؓ کی شادی ہوئی جس کی تفصیل یوں ہے جو عبدُ اللہ بن مُکْنِف بِن حَارِثَہ انصاری نے بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کیلئے روانہ ہوئے تو حضرت عثمانؓ کو اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کے پاس چھوڑا۔ وہ بیمار تھیں اور انہوں نے اس روز وفات پائی جس دن حضرت زید بن حارثہؓ مدینہ کی طرف فتح کی خوشخبری لے کر آئے جو اللہ تعالیٰ نے بدر میں رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کیلئے بدر کے مالِ غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا اور آپؐ کا حصہ جنگ بدر میں شامل ہونے والوں کے برابر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی کر دی۔

سوال رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم سے انکے شوہر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تین دن کے بعد حضرت ام کلثومؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ ام کلثوم نے عرض کیا وہ بہترین شوہر ہیں۔

سوال حضرت ام کلثوم کی وفات پر جب رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمان سے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ وہاں بیٹھے تھے اور حضرت ام کلثومؓ بنت رسول ﷺ کی وفات کے غم میں رو رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: اَے عثمان! تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرا آپؐ سے دامادی کا تعلق ختم ہو گیا ہے۔ دونوں لڑکیاں میرے سے بیاہی گئیں، دونوں فوت ہو گئیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مت رو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور ایک ایک کر کے فوت ہو جاتیں تو میں ہر ایک کے بعد دوسری کو تجھ سے بیاہ دیتا یہاں تک کہ سو میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

سوال ام کلثوم کی شادی کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا؟

جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس شادی کا تذکرہ سیرت خاتم النّبیینؐ میں یوں فرمایا: رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ زوجہ حضرت عثمانؓ بن عفان...... کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی دوسری لڑکی ام کلثوم کی شادی جو حضرت فاطمہؓ سے بڑی مگر رقیہ سے چھوٹی تھیں، حضرت عثمانؓ سے کر دی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو "ذوالنورین" دونوروں والا کہتے ہیں۔ ام کلثوم کی یہ دوسری شادی تھی کیونکہ وہ اور ان کی بہن رقیہ شروع میں آنحضرت ﷺ کے چچا ابولہب کے دو لڑکوں سے بیاہی گئی تھیں مگر قبل اسکے کہ انکار خصتانہ ہوتا مذہبی مخالفت کی بناء پر یہ رشتہ منقطع ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے حضرت عثمانؓ سے رقیہؓ کی شادی کی اور رقیہ کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کی شادی کر دی مگر افسوس ہے کہ ان دونوں صاحبزادیوں کی نسل کا سلسلہ نہیں چلا کیونکہ ام کلثوم کا تو کوئی بچہ ہوا ہی نہیں اور رقیہ کا صاحبزادہ عبداللہ چھ سال کا ہو کر وفات پا گیا۔ ام کلثومؓ کا نکاح ربیع الاول تین ہجری میں ہوا تھا۔

سوال حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات کا رسول کریم ﷺ پر کیا اثر ہوا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات کا آنحضرت ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اور روایت آتی ہے کہ وفات کے بعد آپؐ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس وقت آپؐ کی آنکھیں پرنم تھیں۔

سوال غزوۂ بُحْران کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: غزوہ بُحْران کو غزوۂ بنو سُلیم بھی کہا جاتا ہے۔ بحران وادی فُرُع کے نواح میں اہلِ حجاز کی ایک معدنیات کی کان ہے اور وادی فُرُع مدینہ سے چھیانوے میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ بنوسلیم کی بھاری تعداد بحران میں جمع ہے تو آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرما کر تین سو صحابہؓ کا لشکر لے کر بحران کی طرف نکلے تاہم آپ ﷺ نے نکلنے کی وجہ ظاہر نہیں کی اور جب اسلامی لشکر بحران سے ایک رات کے فاصلے پر پہنچا تو وہاں انہیں بنوسلیم کا ایک آدمی ملا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ وہ لوگ منتشر ہو گئے ہیں آپ ﷺ نے اس شخص کو ایک صحابی کے سپرد کر دیا اور آگے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ بحران پہنچ گئے۔ آپؐ نے وہاں کسی کو نہ پایا کیونکہ سب اپنے اپنے پانی کے مقامات کی طرف منتشر ہو چکے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ واپس لوٹ گئے اور جنگ کی کوئی نوبت نہ آئی۔ رسول اللہ ﷺ اس غزوہ کیلئے چھ جمادی الاولیٰ کو مدینہ سے نکلے اور دس راتیں باہر رہنے کے بعد آپؐ سولہ جمادی الاولیٰ کو واپس تشریف لے آئے۔

......☆......☆......☆......

اُس وقت کے رائج قانون یا طریق کے مطابق کعب سے جو سلوک ہوا اس پر یہودیوں کا خاموش رہنا بتاتا ہے کہ انہوں نے اس سزا اور اس سلوک کو تسلیم کیا، پس تاریخ میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ اسکے بعد یہودیوں نے کبھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا ہو کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 17 رنومبر 2023 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال جو معاہدہ ہجرت کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوا اس کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس حیثیت کے مالک تھے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جو معاہدہ ہجرت کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوا اسکی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معمولی شہری کی حیثیت حاصل نہیں تھی بلکہ آپؐ اس جمہوری سلطنت کے صدر قرار پائے تھے جو مدینے میں قائم ہوئی تھی اور آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اور اُمور سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں۔

سوال کیا یہودی کعب بن اشرف کے قتل سے مستحق تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس وقت کے رائج قانون یا طریق کے مطابق کعب سے جو سلوک ہوا اس پر یہودیوں کا خاموش رہنا بتاتا ہے کہ انہوں نے اس سزا اور اس سلوک کو تسلیم کیا۔ پس تاریخ میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ اس کے بعد یہودیوں نے کبھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا ہو کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے۔

سوال ایک شریر اور مفسد آدمی کا قتل ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بہت بہتر ہے کہ ایک شریر اور مفسد آدمی قتل ہو جاوے بجائے اس کے کہ بہت سے پُرامن شہریوں کی جان خطرے میں پڑے اور ملک کا امن برباد ہو۔

سوال آنحضرت ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کی والاد سے کس قدر محبت تھی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آنحضرت ﷺ کو جس طرح اپنی اولاد حضرت فاطمہؓ سے بہت محبت تھی اسی طرح حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے بھی آپؐ کو خاص محبت تھی۔ کئی دفعہ فرماتے تھے کہ خدایا! مجھے ان بچوں سے محبت ہے تُو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کر۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ظالم حکومت کے متعلق کیا دعا فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: لگتا ہے کہ اب دنیا اپنی تباہی کو قریب تر لے کے آ رہی ہے اور اس تباہی کے بعد جو لوگ بچیں گے انہیں اللہ تعالیٰ عقل دے اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا کریں اور اسکی طرف لَوٹ کر آئیں۔ بہرحال ہمیں اس حوالے سے بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر رحم فرمائے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرات بن حیان کے قبول اسلام کے متعلق کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: فرات بن حیان کے قبول

اسلام کا بھی ذکر ہوا تھا۔ اسکے قبول اسلام کی تفصیل یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے روز وہ زخمی ہوا تھا تاہم کسی طرح قید سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ جب وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تو حضرت ابوبکرؓ اسے دیکھتے ہی کہنے لگے: اب بھی تم اپنے طرز عمل کو نہیں بدلو گے؟ فرات بولا اگر اس دفعہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بچ کر نکل گیا تو پھر میں قابو نہ آؤں گا۔ حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے پھر اسلام قبول کرلو۔ اگر تم نے بچ کے نکلنا ہی ہے تو ایک ہی طریقہ ہے کہ پھر اسلام قبول کرلو۔ بہرحال فرات بن حیان حضرت ابوبکرؓ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کی طرف چل پڑا۔ اپنے ایک انصاری دوست کے پاس سے گزرتے ہوئے کہنے لگا کہ مَیں تو مسلمان ہوں۔ انصاری صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ آپ ﷺ نے اسکا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا اِنَّ مِنْكُمْ رِجَالًا نَكِلُهُمْ اِلٰى اِيْمَانِهِمْ کہ بلا شبہ تم میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں ہم ان کے ایمان کے حوالے کرتے ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پہ اسے رہا کردیا۔

سوال مورخین اعتراض کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے کعب بن اشرف کو ناجائز قتل کروایا اس اعتراض کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا؟

جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: بعض مؤرخین بعد میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ناجائز قتل کروایا اور یہ غلط چیز تھی۔ واضح ہو کہ یہ ناجائز قتل نہیں تھا کیونکہ کعب بن اشرف آنحضرت ﷺ کے ساتھ باقاعدہ امن کا معاہدہ کرچکا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنا تو درکنار رہا اس نے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ ہر بیرونی دشمن کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرے گا اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے گا۔ اس نے اس معاہدہ کی رُو سے یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ جو رنگ مدینہ میں جمہوری سلطنت کا قائم کیا گیا ہے اس میں آنحضرت ﷺ صدر ہوں گے اور ہر قسم کے تنازعات وغیرہ میں آپؐ کا فیصلہ سب کیلئے واجب القبول ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسی معاہدہ کے تحت یہودی لوگ اپنے مقدمات وغیرہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپؐ ان میں احکام جاری فرماتے تھے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے کعب نے تمام عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھتے ہوئے چھوڑ دیا، عمل نہ کیا اور مسلمانوں سے بلکہ حق یہ ہے کہ حکومت وقت سے غداری کی۔ اس نے مدینہ میں فتنہ وفساد کا بیج بویا اور ملک میں جنگ کی آگ مشتعل کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے خلاف قبائل عرب کو خطرناک طور پر ابھارا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے قتل کے منصوبے کیے۔ یہ سب کچھ ایسی حالت میں کیا کہ مسلمان جو پہلے ہی چاروں طرف سے مصائب میں گرفتار تھے ان کیلئے سخت مشکل حالات پیدا کردیے اور ان حالات میں کعب کا جرم بلکہ بہت سے جرموں کا مجموعہ ایسا نہ تھا کہ اسکے خلاف کوئی تعزیری قدم نہ اٹھایا جاتا؟ چنانچہ یہ قدم اٹھایا گیا اور آجکل کے مہذب کہلانے والے ممالک میں بغاوت اور عہد شکنی اور اشتعال جنگ اور سازش کے جرموں میں مجرموں کو قتل کی سزا دی جاتی ہے پھر اعتراض کس چیز کا۔ بلکہ آجکل فلسطین اور اسرائیل کے درمیان میں جو ہو رہا ہے۔ وہ تو بہت بڑھ کے ہو رہا ہے اور بہرحال کئی لحاظ سے جائز بھی نہیں۔

سوال مورخین ایک اعتراض کرتے ہیں کہ کعب بن اشرف کو رات کو مارا گیا تو اس کو خاموشی سے کیوں قتل کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ عرب میں اس وقت کوئی باقاعدہ سلطنت نہیں تھی۔ ایک سربراہ تو مقرر کرلیا تھا لیکن صرف اسی کا فیصلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اگر اپنے اپنے فیصلے کرنا چاہے تو ہر شخص اور ہر قبیلہ آزاد اور خودمختار بھی تھا۔ مجموعی طور پر مشترکہ فیصلے ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے پاس آتے تھے اور اگر اپنے طور پر قبیلوں نے کرنے ہوتے تو وہ بھی ہوتے تھے۔ تو ایسی صورت میں وہ کون سی عدالت تھی جہاں کعب کے خلاف مقدمہ دائر کرکے باقاعدہ قتل کا حکم حاصل کیا جاتا؟ کیا یہود کے پاس شکایت کی جاتی جن کا وہ سردار تھا اور جو خود مسلمانوں سے غداری کرچکے تھے، آئے دن فتنے کھڑے کرتے رہتے تھے؟ اس لیے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہود کے پاس جایا جاتا۔ قبائلِ سُلَیم اور غطفان سے دادرسی چاہی جاتی جو گزشتہ ماہ میں تین چار دفعہ مدینے پر چھاپہ مارنے کی تیاری کرچکے تھے؟ وہ بھی ان کے قبیلے تھے تو ظاہر ہے کہ ان سے بھی کوئی انصاف نہیں ملنا تھا۔ بہرحال اس وقت کی حالت پر غور کرو اور پھر سوچو کہ مسلمانوں کیلئے سوائے اس کے وہ کون سا راستہ کھلا تھا کہ جب ایک شخص کی اشتعال انگیزی اور تحریک جنگ اور فتنہ پردازی اور سازش قتل کی وجہ سے اس کی زندگی کو اپنے لیے اور ملک کے امن کیلئے خطرہ پاتے تو خود حفاظتی کے خیال سے موقع پاکر اسے قتل کردیتے کیونکہ یہ بہت بہتر ہے کہ ایک شریر اور مفسد آدمی قتل ہوجاوے بجائے اس کے کہ بہت سے پُرامن شہریوں کی جان خطرے میں پڑے اور ملک کا امن برباد ہو۔

......☆......☆......☆......

صدرانجمن احمدیہ قادیان کے ادارہ میں خدمت کے خواہشمند احباب متوجہ ہوں

’’نظارت تعلیم‘‘ کے تحت تعلیمی ادارہ جات میں Male اساتذہ کی ضرورت ہے

تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول میں فزیکل ایجوکیشن اور کمپیوٹر ٹیچر کی کچھ اسامیاں پُر کی جانی مطلوب ہیں۔ سلسلہ کی خدمت کا جذبہ اور مطلوبہ تعلیمی قابلیت رکھنے والے خواہشمند اُمیدوار نظارت دیوان کی طرف سے مطبوعہ کوائف فارم پُر کرکے اپنی درخواستیں جمع کروا سکتے ہیں۔ اسامیوں کی تفصیل وشرائط درج ذیل ہیں۔

Computer Teacher

(1) Qualification : BCA/B.Sc(IT/CS/internet Science), B.Tech (IT/CS) (2) اُمیدوار اُردو، انگلش، ہندی اور پنجابی ٹائپنگ جانتا ہو (3) متعلقہ مضمون میں گریجویشن (BCA/ B.Sc,B.Tech) 55% کے ساتھ ہو، اور کسی بھی منظور شدہ ادارے میں 3 سال کا تجربہ ہو، پوسٹ گریجویٹ کو ترجیح دی جائیگی۔

Physical Education Teacher

(1) B.A with Physical Education as an Elective subject / 3 year Graduation Course in Physical Education and B.P.Ed (2) 4 years integrated Course of Bachelor of Physical Education from a recognised University

(3) متعلقہ مضمون میں 55% نمبرات ہوں اور کسی بھی منظور شدہ ادارے میں 3 سال کا تجربہ ہو۔ پوسٹ گریجویٹ کو ترجیح دی جائیگی (4) اُمیدوار کی عمر 20 سال سے کم اور 40 سال سے زائد نہ ہو۔ استثنائی صورت میں عمر کی حد میں چھوٹ پر غور ہوسکتا ہے (5) صرف انہی اُمیدواران کی سلیکشن پر غور ہوگا جو مرکزی کمیٹی برائے بھرتی کارکنان کی طرف سے لئے جانے والے تحریری امتحان اور زبانی انٹرویو میں کامیاب ہونگے اور نور ہسپتال کی طبی رپورٹ کے مطابق صحتمند ہوں گے (6) Selection کی صورت میں امیدوار کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا (7) انٹرویو کیلئے قادیان بلانے کی صورت میں آمدورفت کے اخراجات اُمیدوار کے اپنے ذمہ ہوں گے (8) انٹرویو کی تاریخ کے تعلق سے بعد میں اطلاع دی جائیگی (9) مطبوعہ کوائف فارم، دفتر نظارت دیوان یا درج ذیل ایڈریس/Email سے حاصل کئے جاسکتے ہیں (10) درخواستیں تعلیمی قابلیت وتجربہ کی اسناد (Self Attested) کی نقول کے ساتھ نظارت دیوان میں اعلان ھٰذا سے دو ماہ کے اندر اندر پہنچ جانی چاہئیں (11) گزارہ الاؤنس ودیگر معلومات کیلئے درج ذیل ای میل وفون نمبرز پر دفتری اوقات کے دوران رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

اعلان برائے اسامی ڈرائیور صدرانجمن احمدیہ قادیان

شرائط

(1) امیدوار کی عمر 18 سال سے زائد اور 40 سال سے کم ہو (2) امیدوار کم ازکم آٹھویں پاس ہو (3) اُمیدوار کے پاس کم ازکم دس سال کا Valid ڈرائیونگ لائسنس موجود ہو اور دس سال ڈرائیونگ کا تجربہ ہو۔ ٹرینڈ ڈرائیور کو ترجیح دی جائیگی (4) اُمیدوار ڈرائیور کو درجہ دوئم کے برابر الاؤنس ودیگر سہولیات دی جائیں گی (5) امیدوار کو نور ہسپتال قادیان سے طبی معائنہ کروانا ہوگا اور صرف وہی امیدوار خدمت کے اہل ہوں گے جو نور ہسپتال کے طبی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق صحت منداور تندرست ہوں گے (6) سلیکشن کی صورت میں امیدوار کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا (7) سفرخرچ قادیان آمدورفت امیدوار کے اپنے ذمہ ہوں گے۔

نوٹ: تحریری امتحان، ڈرائیونگ ٹیسٹ وانٹرویو کی تاریخ سے امیدواران کو بعد میں مطلع کیا جائیگا۔

مزید معلومات کیلئے رابطہ کریں

نظارت دیوان صدرانجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور Pin. 143516

موبائل: 09682587713, 09682627592 دفتر: 01872-501130

E-mail: diwan@qadian.in

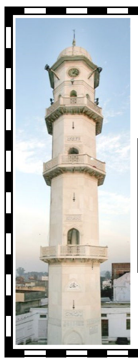

Love for All Hatred for None

99493-56387

Prop:Muhammad Saleem

MASROOR HOTEL

TEA,TIFFIN,MEALS,CHICKEN-BIRYANI,FAST-FOOD AVAILABLE HERE

Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)

طالب دعا: محمد سلیم (ضلع نائب امیر جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers

جے کے جیولرز۔ کشمیر جیولرز

چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے

Shivala Chowk Qadian (India)

Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,

E-mail: jk_jewellers@yahoo.com

Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA

Postal Reg. No. GDP/001/2023-25 Vol. 73 Thursday 7 - March - 2024 Issue. 10

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو وحی ہوئی کہ کفار جو کچھ کرتے ہیں اُن کو کرنے دو تم رحم اور انصاف کا دامن ہمیشہ تھامے رکھو

نوحہ اور بین جو فوت شدگان پہ کیا جاتا ہے اس کی بہت ہی پُر حکمت انداز میں آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی

آنحضرت ﷺ نے انصار کی عورتوں کو اپنے خاوندوں اور بھائیوں کی جدائی پر ماتم سے روکنے کی بجائے حضرت حمزہ پر ماتم کرنے سے روکا اور اپنا نمونہ پیش کیا اور انہیں صبر کی تلقین کی

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 1 / مارچ 2024ء بمقام مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد کے حالات کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے زخمیوں اور شہداء کو جمع کیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی اور شہدا کے دفنانے کا انتظام کیا گیا۔ اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ ظالم کفارِ مکہ نے بعض مسلمان شہدا کے ناک کان بھی کاٹ دیئے ہیں۔ ان میں خود آپ کے چچا حمزہ بھی تھے۔ آپ کو یہ نظارہ دیکھ کر افسوس ہوا اور آپ نے فرمایا کفار نے خود اپنے عمل سے اپنے لئے اس بدلہ کو جائز بنا دیا ہے جس کو ہم ناجائز سمجھتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس وقت آپ کو وحی ہوئی کہ کفار جو کچھ کرتے ہیں ان کو کرنے دو تم رحم اور انصاف کا دامن ہمیشہ تھامے رکھو۔ حضور انور نے فرمایا: یہ ہے اسلام کی تعلیم

حضرت حمزہ کی تدفین اور تکفین کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت حمزہ کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا۔ جب ان کا سر ڈھانکا جاتا تو دونوں پاؤں سے کپڑا ہٹ جاتا اور جب چادر پاؤں کی طرف کھینچ دی جاتی تو ان کے چہرے سے کپڑا ہٹ جاتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا چہرہ ڈھانک دیا جائے اور پاؤں پر ہرمل یا اذخر گھاس رکھ دی جائے۔ حضرت حمزہ اور حضرت عبداللہ بن جحش کو جو کہ آپ کے بھانجے تھے ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضور انور نے فرمایا: ان شہداء کی نماز جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی جو بحث ہے، اس بارے میں مَیں گزشتہ خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔

حضور انور نے فرمایا: نوحہ اور بین جو فوت شدگان پہ کیا جاتا ہے اس کی بہت ہی پُرحکمت انداز میں آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب احد سے واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے سنا کہ انصار کی عورتیں اپنے خاوندوں پر روتی اور بین کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں؟ انصار کی عورتوں کو پتہ چلا تو پھر وہ حضرت حمزہ کی شہادت پر بین کیلئے اکٹھی ہو گئیں۔ پھر نبی کریم ﷺ کی آنکھ لگ گئی اور جب بیدار ہوئے تو خواتین اسی طرح رو رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ آج حمزہ کا نام لے کر روتی ہی رہیں گی؟ بند نہیں کریں گی؟ انہیں کہہ دو کہ واپس چلی جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے کا ماتم اور بین نہ کریں۔ تو اس طرح آنحضرت ﷺ نے مُردوں پر نوحہ کرنا ناجائز قرار دیا اور کسی بھی قسم کا نوحہ اور بین ختم کر دیا۔ یوں بڑی حکمت سے آنحضرت ﷺ نے انصار کی عورتوں کے جذبات کا خیال رکھا۔ انہیں اپنے خاوندوں اور بھائیوں کی جدائی پر ماتم سے روکنے کی بجائے حضرت حمزہ پر ماتم کرنے سے روکا اور اپنا نمونہ پیش کر دیا اور انہیں صبر کی تلقین کی۔ ایسی تلقین جو پُراثر تھی۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کو حضرت حمزہ کی جدائی کے غم کا تعلق ہے وہ آخر تک آپ کو رہا۔ آپؐ ہمیشہ اس کا ذکر کرتے تھے۔

حضرت کعب بن مالک نے حضرت حمزہ کی شہادت پر اپنے مرثیہ میں کہا تھا کہ میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور حمزہ کی موت پر انہیں رونے کا بجا طور پر حق بھی ہے۔ مگر خدا کے شیر کی موت پر رونے دھونے اور چیخ وپکار سے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ خدا کا شیر حمزہ کہ جس صبح وہ شہید ہوا دنیا کہہ اٹھی کہ شہید تو یہ جوانمرد ہوا ہے۔

حضرت مصعب کی تدفین کے بارے میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت مصعب کی نعش کے پاس پہنچے۔ ان کی نعش چہرے کے بل پڑی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس کھڑے ہوکر یہ آیت تلاوت فرمائی: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا کہ مؤمنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہیں جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز اپنے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اسکے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان رسول اللہ یشھد انکم الشھداء عند اللہ یوم القیامۃ کہ خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بھی اللہ کے ہاں شہداء ہو۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کی زیارت کرلو اور ان پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

اُحد کے دن حضورِ اکرم ﷺ نے شہداء کی تدفین کے بعد سب لوگوں کو اکٹھا کر کے یہ دعا کی کہ اَے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ اے اللہ! جس چیز کو تُو کشادہ کر دے اسکو کوئی روکنے والا نہیں اور جسکو تُو قبض کر لے تو اسکو کوئی کشادہ نہیں کر سکتا اور جسکو تُو گمراہ کر دے اسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسکو تُو ہدایت دے دے اسکو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جو چیز تُو روک لے اسکا کوئی عطا کرنے والا نہیں اور جو تو عطا کرے اس سے کوئی اور روکنے والا نہیں اور جسکو تُو دُور کر دے اسکو کوئی قریب کرنے والا نہیں ہے اور جسکو تُو قریب کر دے اسکو کوئی دُور کرنے والا نہیں ہے۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں زندہ کر اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ اس طرح لاحق کر دے کہ نہ ہم رسوا ہوں اور نہ فتنے میں پڑیں۔ اے اللہ اے معبود حق! اُن کافروں کو ہلاک کر دے جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں اور ان پر اپنی سزا اور عذاب نازل کر۔ اے اللہ اہلِ کتاب کافروں کو ہلاک کر۔ آمین۔

غزوۂ احد میں خواتین نے بھی مردوں کے شانہ بشانہ خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ کے جنگِ احد میں شرکت کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح راوی کہتے ہیں کہ اُحد کے دن مَیں نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیمؓ کو دیکھا کہ وہ مشک میں پانی بھر کر لاتیں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضرت ام عطیہؓ کے متعلق بھی یہی ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح بعض مسلم خواتین نیزے اور تلوار کے ساتھ کفار سے دوبدو جنگ بھی کرتی رہیں جن میں حضرت ام عمارہؓ سرِ فہرست ہیں۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضور ﷺ کے زخم دھونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح ایک روایت میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت عائشہؓ جنگِ احد کی خبر لینے بعض دوسری عورتوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں تو ان کی ملاقات راستے میں ہند بنت عمروؓ سے ہوئی۔ ہند، عبداللہ بن عمروؓ کی بہن تھیں۔ آپ اپنی اونٹنی کو ہانک رہی تھیں اور اس اونٹنی پر حضرت ہندؓ کے خاوند، بیٹے اور بھائی کی نعشیں تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے میدان جنگ کا حال پوچھا تو حضرت ہندؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور آپؐ کے ہوتے ہوئے ہر مشکل آسان ہے۔

حضرت ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ جنگِ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض گنتی کے صحابہ رہ گئے تو مَیں حضور ﷺ کے پاس بھاگ کر پہنچی اور تلوار کے ذریعے کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے روکنے لگی ساتھ ہی کمان سے تیر بھی چلائے یہاں تک کہ خود بھی زخمی ہوگئی۔ حضرت ام ایمنؓ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں کہ ایک مشرک نے ان کی طرف تیر چلایا جو آپ رضی اللہ عنہا کے دامن میں جالگا یہ دیکھ کر وہ کافر ہنسنے لگا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ایک تیر دیا جس کا پھل نہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے وہ تیر چلایا۔ وہ تیر اس کافر کو لگا اور وہ پیچھے جا گرا جس سے اس کا ننگ ظاہر ہوگیا اس پر حضور ﷺ مسکرائے۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر مسکرا اٹھے کہ خدا نے اس کافر کو ایسے تیر سے راستے سے ہٹایا جس کا پھل بھی نہیں تھا گویا سیدھی سی ایک سوٹی تھی، اس نے ہی اس کافر کو مار دیا۔

عتبہ بن ابی وقاص نے حضور ﷺ کو پتھر کھینچ کر مارا جس سے آپ کا دانت ٹوٹ گیا اور ہونٹ پھٹ گیا۔ حضور ﷺ نے عتبہ کیلئے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ایک سال سے پہلے ہی عتبہ کو کافر ہونے کی حالت میں موت دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی یہ دعا قبول کی اور وہ اسی روز ہلاک ہوگیا۔

خطبہ جمعہ کے آخر میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر فرمایا اور تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا کی اور ان کی نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان کیا۔ مکرم غسان خالد النقیب صاحب آف سیریا، مکرمہ نوشابہ مبارک اہلیہ مکرم جلیس احمد مربی سلسلہ شعبہ آرکائیو و الحکم، مکرمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحمید خان صاحب مرحوم آف ربوہ، مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر محمد سلیم صاحب آف لاہور، مکرم رشید احمد چودھری صاحب آف ناروے۔

......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad